



SHAMS-UL-ISLAM, BHERA

سالا نہ چندہ
معافین سے
غیر مالک سے
صبر
لحمہ

بیاد کار ز عیم ملت
تتموز نا الحاج ظہور
ملا جل ضابکوی اللہ صری
افتخار احمد صاحب بکوی
ایر خزانہ بصرہ رنجاب
زیدیت مولانا الحاج

سالا نہ چندہ
عوام سے
طلبہ سے
عالم

حزب الانصار بھیرہ
پنجاب

اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد (۱) اہل ہندوئی و ہیروئی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام
(۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ

طریق کار (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) والعلوم عزیزہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جاوے گی
(۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) میر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) ۱۶ قیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی ہرمت (۹) مسلم فوجوانوں کی تنظیم

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہر انگیزی ماہ کی ۱۱ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہونا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی چندہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمین بیکار صاحبان کے ہاتھ کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
 - ۲۔ ادارہ حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چارہ آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
 - ۳۔ عام سالانہ چندہ سے معافین سے صر طلبہ سے پکا مقرب ہے۔ نمونہ کار پر چھپ کر کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
 - ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ہینکے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
 - ۵۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔
 - ۶۔ ہر ٹکٹ ڈاک اور خطوط واپس جوں گے۔
- علام حسین منیر سالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے
- جلد خط و کتابت
دوسری ذمہ داری

مصحح منسل کا نشان یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ نیل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا اذہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرست میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ دی ہئی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی فرض ہوگا۔ (علام حسین منیر شمس الاسلام)

حسن آباد قادیاں

(طالوت)

محیطِ حسن و اُلفت قادیاں ہے جمالِ یار ہر جانبِ نیاں ہے
سیا ہی برقعوں کی میرباں ہے ہر اک دل پھینک لو نڈامیہاں ہے
الم نشرح خضابوں کی جو افنی کہ کبریٰ پیٹھ تو مثل کماں ہے
نعوظ اُن کا بکلی ختم اُدھر ہے ادھر ثابت نکاح آسماں ہے
جہاں پر حور و غلماں کا ہے مجمع یہ ان کا گھر ہے یا باغِ جناناں ہے
کرامتِ ریزہ ہیں ان کی شراہیں نبوت نہ اپلو مر کی دکان ہے

جنابِ جعفری سے جا کے پوچھو
یہ کس کا قصہ زیب و استاں ہے

مولانا کرم الدین صاحب انتقالِ مریطال

ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے نہایت درجہ صدمہ ہوگا کہ جناب مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب رئیس بھیمن ضلع جہلم بتاریخ ۱۷ شعبان ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۷۶ء بمقام حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ رات کو ایک مکان کی چھت پر میٹھا سے فارغ ہونے کے بعد بستر پر آنے کی بجائے نظر کی کمزوری کے باعث مخالف سمت کی طرف چل پڑے اور چھت پر سے نیچے گر پڑے۔ جس سے دماغ کے اندر جوت آئی۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد وفات پا گئے۔ لاری کے ذریعہ آپ کی نعش موضع بھیمن میں لائی گئی۔ جہاں میٹھا مسلمانوں نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی اور سپردِ خاک کیا۔ مولانا مرحوم نے مرزائیت اور رفض کے خلاف بہت بڑا مجاہدانہ کام کیا ہے۔ آپ کی عمر غالباً ۸۰ سال سے متجاوز تھی لیکن اس بڑھاپے میں بھی جواں ہمت تھے۔

ناظرین کرام مولانا مرحوم کے لئے دعا و مغفرت فرمائیں
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

(۱۵ ادا)

ضروری گزارش: جن حضرات کے ذمہ سالہ کا چندہ تجاویز ہے۔ ان کی خدمت میں بذریعہ سرخ نشان اطلاع دیجئے۔ بوجہ اکتلاؤں کی مڑتل کے باعث دی۔ لی۔ دی

شذرات

(از ابن الانور سید محمد ازہر شاہ ضاقیہ کشمیری)

اندرونی فتنے

ہندوستان میں جب سے جدید انکار، نئے رجحانات اور نئی قسم کی سیاسی تحریکوں نے جنم پایا ہے۔ اس وقت سے عام طور پر یہاں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور حالات کی قدرتی رفتار سے خود بخود پیدا نہیں ہو گیا ہے بلکہ اکثر ذمہ دار اور ادنیٰ حیثیت کے حضرات نے بالقصد و بالارادہ پیدا کیا ہے کہ اسلام میں اندرونی طور پر جو فتنے پیدا ہوتے ہیں اور بالخصوص اعتقادی راہ سے ہر روز اسلام پر جو حملے کیے جا رہے ہیں۔ ان کی سامری ذمہ داری حکومت مسئلہ پر ہے جو اپنی اغراض مشغومہ کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو مخدوش اور ان کی مرکزی طاقت کو فنا کرنے کی خاطر یہ چالیں چلتی ہے۔ اور چونکہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ حکومت فابریہ کا پہلا اصول ہے۔ اس لئے ہر دور میں اس نے اپنی اس پالیسی کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے ہمیں یہاں حکومت کی طرف سے کوئی خاص من پیش کرنا نہیں اس لئے کہ ہم خود جانتے ہیں کہ اسلام کے ان اندرونی فتنوں کا تمام تر ذہبی بہت کچھ تعلق حکومت کے ساتھ ہے۔ وہ اگر ہر قسم کے فتنوں کو ہوانہ دے اور اسلام میں اعتقادی فتنوں کا دروازہ کھولنے والے لوگ اگر حکومت کا یہ دالستہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ یہ فتنے اتنے بڑھ

اور پھیل کر فتنہ قیامت کی طرح ہوشربا اور روح فرسا نہ بنتے مگر ہم پر بھی ماننے کے لئے تیار نہیں کہ ان فتنوں کا تمام تر تعلق حکومت کے ساتھ ہے۔ اور بقول بعض حضرات کے جب یہ پیرائی حکومت نہیں رہے گی تو یہ فتنے بھی خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ مذندہ والحاد اور کفر و شرک کو ہمیشہ سے اسلام سے بیرہا ہے۔ اور ہمیشہ ان معتقدات باطلہ اور خیالات کا ذریعہ اپنی طاقت کو خوب مضبوط اور اپنی جماعت کو خوب منظم کر کے بار بار اسلام پر حملہ کیا ہے یہ بتانے کی بات نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ اسلام کی وہ زندگی جو ان سے ساڑھے تیرہ سو سال اس دنیا میں بسر کی ہے۔ حق کی باطل سے پیہم معرکہ آرائیوں اور فوری کی ایک سرتا پا فطرت اور ضلالت سے پیکار آذائوں کے سوا اور کوئی تاریخ نہیں رکھتی۔ قرن اول کی تاریخ سنا منے رکھئے۔ اور دیکھئے کہ ہر صفحے پر وہاں کیسے کیسے حبیب اور ہم گیر فتنوں کا ذکر ہے۔ اور اسلام پر ان کی حملہ آوری کی تفصیلات کس قدر پریشان کن ہیں۔ اور اگر قرن اول میں الحاد دہے دینی کے یہ ہزار فتنے موجود تھے۔ اور اسلام سے ان کی پیرا بخواری کی داستان ایسی ہی لہرہ خیز ہے تو سوچئے اس خاص اسلامی ماحول اور اسلامی سلطنت میں کونسی بظانوی حکومت تھی جو ایسے فتنوں کے لئے پشت و پناہ بن رہی تھی؟ پھر اس زمانہ پر بھی نظر ڈال جائیے جس کا

تعلق ہندوستان میں مغل بادشاہوں اور ان سے پہلے کے مسلمان حکمرانوں سے ہے کہ کیا اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ فساد دین اور قیام باطل کی عظیم الشان تحریکیں نہیں اٹھیں اٹھ کر پھیلیں اور پھیل کر تمام دنیا میں ہمیں گونجتی رہیں۔ اور اگر ایسا ہوا ہے اور نصیحا ایسا ہوا ہے تو مسلمان حکومتوں کی بے مثال طاقت کے مقابلہ میں ان فتنوں کو سر اٹھانے کی بہت کیسے ہوئی؟ ہم ان تاریخی حقائق کی طرف آپ کو صرف اس وجہ سے متوجہ کر رہے ہیں کہ آپ پر یہ واضح ہو جائے کہ بے دینی اور بد اعتقادوں کو خود اسلام سے ایک دیرینہ عداوت ہے اور یہ عداوت مختلف اوقات میں مختلف اسباب کی بنا پر رنگ لاتی رہی ہے۔ ہمارے جو دوست دور حاضر کے اعتقادی فتنوں کو سر تا پا حکومت برطانیہ کے اثرات میں شمار کرنے اور ان کے فوری علاج سے اس امید میں کہ اس حکومت کے تباہ ہونے کے ساتھ ہی یہ فتنے بھی پیوند زمین ہو جائیں گے غفلت برتتے ہیں۔ وہ حقیقت انہیں صورت حال کا صحیح اندازہ نہیں۔ وہ مرض کی تشخیص اور اسباب مرض کو پہچاننے اور ان کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی مرزا قادیان اٹھتا ہے اور اس کا جہل و نادانی اور اس کی بے عقلی اور بے علمی حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت سے ٹکرا لینے کا ارادہ کر لیتی ہے۔ مگر ایسے حضرات کے کان پر ہوں بھی نہیں رینگتی کبھی عنایت اللہ مشرقی تشریف لاتے ہیں۔ اور اپنی کتاب تذکرہ سے لے کر مولوی کا غلط مذہب اور دین اور دین اور دین الی آخر، غرض کہ اپنے سارے لٹریچر میں اسلام کے اصول بنیادوں کو مسخ کرنے کی کوششیں کرتے رہتے

ہیں۔ مگر یہ طبقہ ذرا چوں نہیں کرتا۔ کوئی اٹھتا ہے اور وہ سارے ذخیرہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کر دیتا ہے۔ اور انکار حدیث کے ہر ماہ میں بڑے خوفناک طریقہ پر اس بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے کی شبانہ روز سعی کرتا ہے جس پر اسلام کے قصور و فیض کی عمارت چنی گئی ہے۔ مگر یہ حضرات اس وقت بھی نہیں بولتے یہاں دن و رات مسجدیں شہید کر دی گئیں۔ مگر ان حضرات نے اپنے سیاسی مزعومات کی بنا پر اس کے خلاف حدیث احتجاج بلند نہ کی یہاں اذانیہ، ہندو نے کا قتل اٹھا مگر یہ دوست برطانوی حکومت کے سدھار جانے کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں علانیہ قرآن پاک کی ہجرتی ہوئی۔ مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں ایک منظم اور بھرپور سازش کے ماتحت فتنہ امداد پھیلا جس میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں مسلمان تو ضرور دین حق سے منحرف ہو گئے۔ مگر ان حضرات میں سے بعض اس وقت بھی ہی فرماتے رہے کہ اس تحریک کو روکنے سے ہمارا ہندوؤں سے تصادم ہوتا ہے۔ اور سیاسی ضرورتیں اس کی منقضی ہیں کہ ہندو سے ہمارا کوئی تصادم نہ ہو۔ ہمارا اصل اور خوفناک دشمن انگریز ہے۔ جب تک وہ یہاں سے نہیں جاتا۔ اس وقت تک اس قسم کے فتنے اٹھتے اور اٹھائے جاتے رہیں گے۔ لہذا پہلے انگریز کو نکالنا ضروری ہے۔ اور انگلیز کے جانے سے پہلے ہندو سے لڑنا ناجائز ہے۔

ہم اپنے ان ہزرگوں اور دوستوں کی اس غلط فہمی اور غلط شناسی کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہیں کہ بد قسمتی سے کمزوری وعدہ کا ایک مریض ان کے پنجہ میں پھنسا ہے جسے اس وقت تو سود مہضم کی شکایت

راہ میں قربان کر دی جائے۔ اگر ان حضرات کی اس شخصیت و تجویز پر ہم اعتماد کر لیں۔ اور بے دینی اور بد اعتقادی کے ان فتنوں کو فوراً ختم کرنے پر ہم توجہ نہ دیں۔ تو ہمارا حال بھی اس مریض کی طرح ہو گا۔ کہ معالج جب تک ہمارے نظام مہضم کو صمیم اور قوی بنانے کی فکر کرے گا۔ اس وقت دوسرے امراض درپردہ ہمارے جسم کو کھوکھلا کر کے رکھ دیں گے۔

ہماری ان گذارشات کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ ہم ملکی آزادی کی تحریک کو مضحک کرنا چاہتے ہیں۔ یا حکومت موجودہ کے تسلط و استیلاء کے لئے ہم کوئی صورت جو انہ پیدا کرنے کے حق میں ہیں ہم اپنے جذبہ دل کے ماتحت صاف طور پر یہ عرض کرتے ہیں کہ موجودہ حکومت کی مخالفت و عداوت میں ہم دوسرے جادہ رسا راہ راہ حریت سے بہت پیچھے نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری فہم و فراست اور ہمارے علمی تجربہ کا یہ تقاضا ہے۔ کہ ہم خود اسلام کے اندرونی فتنوں کے خلاف مؤثر اور سنجیدہ کام کریں۔ اور اپنے ان برادران دینی کو بھی جو ان فتنوں کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت۔ کثرت اور شدت پر اعتماد و لائیں۔ اور مختصراً ان سے عرض کریں کہ

(۱) وہ اس صلاح اور سنجیدہ لڑیچر کو اپنے زیر مطالعہ رکھیں جو اس قسم کی بے دینی اور بد اعتقادی کو کامل طور پر ختم کرنے کا ضامن ہے۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے اساسی اصولوں سے گزر کر ان عام مقصدات پر بھی نظر رکھے۔ جن سب کو ملکر ایک مذہب بنا یا گیا ہے۔ اور اس مذہب کو مذہب اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ جب تک مسلمان خود چل

نمایاں طور پر لاحق تھی۔ لیکن اس کے جسم پر اس سے پہلے بھی اور بہت سے امراض تسلط تھے۔ اور اس معالج کے دوران علاج میں بھی اسے نئی نئی شکایتیں پیدا ہوتی رہیں۔ اعضائے رئیسہ کی کمزوری کی وجہ سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی۔ ضعف قلب نے اسے کسی قابل نہ رکھا۔ دماغ کی کمزوری کے باعث وہ کسی دماغی کام کا اہل نہ رہا۔ پیپٹروں کی خرابی اس کی صحت کی راہ میں مستقل رکاوٹ بن گئی۔ مگر یہ معالج اسے اصلاح عمدہ کے لئے بادیان پودیشہ، دانہ الاچی روی مصطلک اور زیادہ سے زیادہ جوارش جالبینوس یا سنوف مقوی عمدہ ہی دیتے اور اسے ہر وقت یہی اطمینان دلاتے رہے کہ تمہاری سب شکایتیں عمدہ کی کمزوری سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر تمہارا عمدہ صمیم کام کرنے لگے تو تمہارے قلب کی کمزوری بھی جاتی رہے گی۔ دماغ میں بھی طاقت آجائے گی۔ اور پیپٹروں سے بھی اپنا کام کرنے لگیں گے۔ مگر چونکہ درپردہ دل، دماغ اور پیپٹروں کے امراض کو عمدہ کی کمزوری سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور اگر تھا بھی تو بہت خفیف۔ اس لئے یہ حضرت تو عمدہ کی اصلاح فرماتے رہے۔ اور وہ غریب دوسرے امراض کی شدت اور کثرت سے ہلاک ہو کر رہ گیا۔ یہیں خطرہ ہے کہ جو حضرات اسلام کے اس وقت کے تمام اعتقادی فتنوں کو حکومت تسلط سے وابستہ بتاتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک ان سب کا واحد علاج سحر اس کے اور کچھ نہیں کہ استخلاص وطن کی تحریک عام میں دل و جان سے شرکت کی جائے۔ اور اپنی ہر پونجی اپنا ہر سرمایہ اور اپنی ہر طاقت اس

تبلیغ سے اس قسم کے فتنوں کا سد باب ہوتا ہے آج ملک میں جتنے ایسے ادارے ہیں۔ وہ سب مالی طور پر پریشان اور در ماندہ ہیں۔ اگر انہی کے علاقے کے باہمت حضرات ماہانہ یا سالانہ طور پر چھوٹی بڑی رقموں سے ان کی مدد کریں۔ تو یہ پہلے سے بہتر طریقہ پر اپنا کام ترتیب کے ساتھ پھر شائع کیا جائے۔ اور اس پر مناسب خیرہ کا اضافہ بھی ہو۔

ہمارے یہاں سیاسی اخبارات کی کمی نہیں لیکن اس وقت پورے ملک مذہبی جمائد صرف چند ہیں اور وہ بھی بہت کمی حالت میں۔ اہل ہم کا فرض ہے کہ وہ ان مذہبی رسائل اور اخبارات کو پوری مدد دیں کہ ان کے منتظمین انتظامی الجھنوں سے فراغت پا کر تحریری اور علمی کام میں مصروف ہوں۔

بعض علاقوں میں ایسے مذہبی جمائد کے اجراء کی سخت ضرورت ہے۔ مذہب دوست حضرات پریس کی طاقت اور اس کے فوائد کا اندازہ کریں۔ اور صحافت کا تجربہ اور سلیقہ رکھنے والے حضرات کو تلاش کر کے انہیں مالی مدد سے ان علاقوں میں اخباروں و رسائل نکالنے کا کام فرمائیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اکثر علماء میں تحریری اور تقریری صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں مگر معاش کی تنگ و در انہیں ان علمی اور سنجیدہ کاموں کی فرصت نہیں دیتی اور وہ بیچارے تیس تیس اور چالیس چالیس روپے ماہانہ پر اپنے علم کو فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر ہمدرد مسلمان با عزت اور مستقل طریقہ پر ان کی مالی مدد فرمائیں اور یہ حضرات علماء کرام بھی ان کی اس مدد سے صحیح کام لینے اور پورا نفع اٹھانے کا ارادہ کریں۔ اور سب جھگڑوں اور قصوں سے یکسو ہو کر تحقیقی خدمت کو اپنے ذمہ لیں تو بہت

بھر کر ان گوشوں کو نہیں دیکھ لیں گے۔ جن گوشوں سے بے دینی اور بد اعتقادی کے یہ فتنے چوروں کی طرح دبے دبے پاؤں اندر عمارت میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت تک اپنے اسلام و ایمان کا تحفظ ممکن نہیں۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ عام مسلمان فتنہ علماء کی تصانیف اور عصر قدیم و جدید کے فتنوں پر ان کی بلند پایہ کتابیں شوق سے خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

(۲) حضرات علمائے کرام کا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ وہ سیاسی تحریکات سے دلچسپی کے ساتھ ہی تبلیغی فرائض پر بھی متوجہ ہوں۔ وہ جہاں کہیں ہوں وہاں اپنی تحریر و تقریر سے ایسے اندرونی فتنوں کے استیصال کی کوشش کرتے رہیں۔ عوام کے عقائد و خیالات کی اصلاح کریں۔ اور ہر وقت اس پر نظر رکھیں کہ یہ گھر کے چور کوئی موقع پا کر گھر میں چور نہ کر بیٹھیں۔ نوجوان علماء کو تبلیغی تحریک کے لئے تحریر و تقریر کی بقدر ضرورت مشق بہم پہنچانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی قرآن حدیث، فقہ اور علم کلام سے ایسا قرص تعلق کہ وہ ان چاروں نعمتوں کو بہم مل کر ان سے کوئی اچھا کام لے سکیں۔ وہ پچھلا مناظرہ بازی کا رنگ اب ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب ضرورت ہے کہ اختلافی مسائل میں بھی بحث مباحثہ کے وقت سنجیدگی، زبان کی شیرینی اور طرز گفتگو کی خوبصورتی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے

(۳) اس سلسلہ میں سب سے بڑا فرض مسلمان سربراہوں اور اہل خیر حضرات کا ہے انہیں حالات کی غمناکت، روزمرہ کے ان تباہ کن فتنوں کی شدت اور ان کے مقابلہ کے لئے اپنے مال ایشیاء کے فرض عظیم کا احساس ہونا چاہیے۔ سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ وہ ان تبلیغی تدبیریں اور تحقیقی اداروں کو مضبوط کریں جن کے درس تصنیف اور

اچھی قسم کا لڑیچہ وجود میں آسکتا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ میری ان گزاردہشات کا تعلق جن حضرات سے ہے وہ میرے دردِ دل کو بچائیں گے اور ان میں سے ہر شخص ایک نردستیِ عظیم ترتیب اور التزام و استقلال کے ساتھ اپنے کام کو پورا کرنے کا ارادہ

کر لیا۔ اگر ایسا نہیں کہا گیا تو اسلام کی یہی سہی طاقت کا اور مضحل ہو جانا کچھ مستبعد نہیں۔ اور ہر فردِ اسلام کو حضرت حق میں ایک ذائقہ دن اپنی غفلت کوئی اور بد عملی کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔
وما علینا الا البلاغ۔

ردِ مرزائیت قادیانیت کا اسلام اور ان کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ڈاکٹر اقبال مرحوم کی تصریحات اور مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ (امدولانا سید سیاح الدین صفا کا کاجیل)

وہ کافر ہے وہ جہنمی ہے۔ نجات یافتہ صرف وہ ہے جس نے مرزا جی کو بنی تسلیم کیا۔ مرزا صاحب کے اقوال اور لہجہ کو کلامِ الہی اور وحیِ ربانی مان لیا۔ اور جو ایسا نہیں وہ نجات نہیں پاسکتا۔ احمادیوں کا غیر احمدیوں سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نکاح میں نہ دے۔ کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھے اور یہ اس لئے کہ ان کی نظر میں ہر غیر مرزائی کافر اور جہنمی ہے۔

ان صاف و سبّوح دعاوی کے بعد کوئی گنجائش نہ تھی کہ ہر وہ مسلمان جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری پیغمبر اور تاقیام قیامت اپنا پیشرو و رہنما تسلیم کرتا ہو اور قرآن کو خدا کا آخری کلام اور قیامت تک غیر نسخ و کاتب سمجھتا ہو۔ وہ کسی طرح بھی مرزا صاحب یا اس کی امتوں کے ساتھ کسی رد و اداری کے لئے آمادہ ہو سکے

موجودہ دور کے عظیم اور مضرت ترین فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ قادیانیت ہے۔ جبکہ ایک گندہ دہن غلامِ فطرت اٹھ کر انبیاءِ کرام کی امت میں جماعت کی توہین و استخفاف کر کے اور خاتم النبیین سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت سے انکار کر کے ایک خانہ سازِ نبوت کی بنیاد قائم کرنے لگا۔ اور بہت سے عقل کے اندھے اور بد بخت اندلی سوچے سمجھے بغیر اور گرد و پیش پر ناظرانہ ڈالے بغیر اس کے پیچھے لگ گئے۔ مرزا صاحب نے نبوت کا گھر وندا تعبیر کر کے بے وقوفوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اور اس طرح جب کچھ لوگ اس کے گرد اکٹھے ہوئے۔ تو اور ہدایات اور خرافات کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب نے بار بار کہا اور لکھا اور اس کے بعد اس کے خلیفہ اول دشانی نے بھی تاکید لفظائیں اس دعویٰ کو دہرایا کہ جو کوئی مرزا جی کو بنی نہ مانے

عالم تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ جنت الفردوس کی خوشیوں اور لانا تہا مسرتوں اور کوثر و تسنیم کے چشموں سے سیراب کرے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد انوشاہ صاحب کشمیری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خصوصی توجہات کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کے رہنمایان کرام نے اپنی انتھک مساعی سے مسلمانوں کو بیدار کر دیا۔ اور عام مسلمان مدت کے بعد خواب غفلت سے اُٹھے۔ اور اس کے لئے آمادہ ہوئے کہ اس زہریلے مواد سے بھرے ہوئے اور سڑے ہوئے عضو کو اپنے سے کاٹ کر جدا کر دیں۔ تاکہ اس کا نہ ہر باقی بدن میں ملریت نہ کر سکے۔ اور باقی ماندہ حصہ جسم ہر آفت سے محفوظ رہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے زمیندار کے صفحات پر مبینہ مضامین اور ڈاکٹر اقبال مرحوم نے چند مقالات کے ذریعہ انگریزی خواں مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ دلائی۔ اور ان کو اس مضر فرقہ کے زہریلے اثرات اور سمیت سے آگاہ کر دیا۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مولانا طہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر احرار کی جادو اثر تقریروں اور عام جلسوں، جلوسوں اور مشہور اسلامی مفکرین و مصنفین مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد دہلوی، ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اور دوسرے اہل قلم حضرات کے مضامین سے قادیانیوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ ان کے مقابل مسلمانوں میں جو بیداری پھیلی اور جنبش پیدا ہوئی ہے۔ وہ رکھنے والی نہیں ہے۔ چنانچہ اس وقت مرزا محمود خلیفہ ثانی کے خطبات اور قادیانیوں کی لاہوری جماعت کے آگے اخبار "پیغام صلح" کے صفحات سے اس پریشان حالی اور بے حسی کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میاں محمود صاحب

مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق ہی اس کو نبی زمانے والا اس کے عقیدہ میں کافر ہے۔ اور دوسری طرف ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے عقیدہ میں ہر مدعی نبوت کافر اور اس کو نبی تسلیم کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے۔ دونوں طرف گئے ان صاف و صریح فیصلوں کے بعد تعجب و حیرانی ہوتی ہے۔ کہ کس طرح باہمی رواداری اور اسلامی برتاؤ و سلوک کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ مرزائیوں نے اپنی طرف سے کوئی رواداری آج تک نہیں برتی ہے۔ کوئی مرزائی کسی بڑے سے بڑے عالم دین کے پیچھے اقتداء کر کے نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں کسی غیر مرزائی کا جنازہ نہیں پڑھتا۔ ان مخصوص حالات کے علاوہ جہاں کوئی خاص خصیہ سکیم ملحوظ خاطر ہو۔ اور نکاح کے جال کے ذریعہ کسی شکار کو پھنسانے کی آمید ہو عام طور سے وہ کسی غیر مرزائی کو لڑکی نکاح میں نہیں دیتے۔ اور وہ اپنے پیشوا و مرزا صاحب کے مسلک کے مطابق مذہبی معاملات میں مسلمانوں سے جدا رہتے ہیں اور اسی پر خوش ہیں لیکن دوسری طرف ہم مسلمانوں کی بے حسی اور بے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ ہم نے آج تک کسی معاملہ میں بھی ان کو ایک مستقل فرقہ اور مسلمانوں سے علیحدہ ایک نیا مذہب ہی مگر وہ قرار نہیں دیا۔ علماء کرام اور چند دیندار اشخاص کے علاوہ عام طور سے یہی بے حسی اور مداہنت فی الدین عام دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اور کوئی حساس مسلمان یا عالم دین اس پر تنبیہ کرتا ہے تو اس کو نفاق پرورد اور تفرقہ انگیز اور فتنہ پرداز و غیرہ وغیرہ القاب سے یاد کر کے۔ و کا جا رہا ہے۔ کافی عرصہ تک بے حسی کا یہ

نے کہا۔

مجھے یاد ہے ہم میں سے بعض کہا کرتے تھے کہ اب مولوی ثناء اللہ کی طاقت ٹوٹ گئی ہے۔ مگر اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کی طاقت نہ زیادہ تھی یا احرام کی۔ اسی طرح اب بعض یہ خیال کر رہے ہیں کہ احرام کی طاقت ٹوٹ گئی ہے۔ اب ہم سوچ جائیں۔ مگر یاد رکھو تمہارے لئے سونا مقدس نہیں ہے۔ تم یا تو جاؤ گے یا مرو گے۔
 رمرزا محمود کا خطبہ مندرجہ الفضل قادیان ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء
 ان دنوں میں قادیانیت کو بچانا دشوار ہو گیا تھا۔ اور بہت سے دامن فریب میں مبتلا لوگوں کی آنکھیں کھل رہی تھیں۔ اور میاں محمود کے جال سے بہت سے شکار نکل رہے تھے۔ اور پہل پلاؤ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور اس شدت اضطراب و پریشانی میں میاں صاحب کو راند کی بات بے اختیار نظر کرنے کی پڑی۔ اور آپ نے اپنی حالت پر روتے ہوئے کہا کہ

”ہمیں نظریہ آتا ہے کہ ہم دشمن کے عمل سے متاثر ہو رہے ہیں اور اس کی غلطیاں بار بار ہمارے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں ہم میں سے جو لوگ کمزور ہیں۔ بسا اوقات وہ ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور دشمن کے بد اثرات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ دشمن ہمارے گھروں میں گھس گھس کر ہماری جماعت کے نوجوانوں اور کمزورہ طبع لوگوں میں نقص پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور ہمارا سارا وقت اس اندرونی اصلاح ہی میں صرف ہو جاتا ہے۔“

(میاں محمود احمد کا خطبہ مجید مندرجہ الفضل قادیان

۲۲ جون ۱۹۳۶ء)

عرض عقیدے کی جنگ میں جہاں ہم نے دشمن کو ہر

میدان میں شکست دی اور نہ صرف میدانوں میں اس کو شکست دی بلکہ اس کے گھروں پر حملہ آور ہوئے۔ اور ہم نے اسے ایسا تاراج کیا کہ اس میں سر اٹھانے کی بھی توجہ نہ رہی۔ دشمن کے ہر گھر میں گھس کر ہم نے اس کے باطل عقائد کو کھلا۔ اور اسے ایسی کھلی شکست دی کہ دشمن کے لئے اس سے زیادہ کھلی اور ذلت کی شکست اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہاں عمل کے میدان میں ہم دشمنوں میں محصور ہو گئے اور ہمارے لئے ان سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا۔ اور جو تھے کے بعد پانچواں آدمی۔ وہ ہم میں سے نقائص اور عیوب میں مبتلا کرتے چلے جاتے ہیں ہم ایک جگہ سے بھاگتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ دوسری جگہ امن ملے گا۔ مگر وہاں بھی نقص موجود ہوتا ہے تیسری جگہ سے بھاگ کر چوتھی جگہ جاتے ہیں تو اس جگہ بھی دشمن ہمارے مقابلے کے لئے موجود ہوتا ہے۔ گو یا جس طرح چاروں طرف جب آگ لگ جاتی ہے۔ تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیا کرے یہی اس وقت ہماری حالت ہے۔“ (میاں محمود کا خطبہ مجید الفضل ۲۲ جون ۱۹۳۶ء)

اس زمانہ میں بہت سے صداقت پسند حقیقت کھینچنے پر قادیانیت کے پھندے سے نکل نکل کر اسلام کی طرف

لے کرنا محمود پریشان و مضطرب ہے۔ اور اس اضطراب کی حالت میں اگر اس سے ایسی خلافت واقعہ ہوتی تو اس کو معذور سمجھنا چاہیے۔ آخر بچا شدت پریشانی اور مایوسی کی حالت میں اپنے دل کو تقویت اور مریدوں کو قابو میں رکھنے کے لئے کچھ خوش فہمیوں سے بھی تو کام لے گا۔ ورنہ جس دشمن پر سراٹھانے کی تاب نہ تھی اور تاراج کیا تھا اس سے میاں محمود صاحب اس قدر ہٹے ہوئے کیوں ہیں۔

لوٹنے لگے۔ قادیانیوں نے بہت پیچھا کیا۔ بہت ہاتھ پیرا لے لیکن جب بس نہ چلا تو مجبوراً صبر کر لیا کہ باتے میں تو جانے دو۔ جو نفع ہے وہی غنیمت ہیں۔ چنانچہ دیکھے مرزا محمود صاحب کا ارشاد۔

”اب تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شیطان آتا ہے۔ اور ہمارے ایک آدمی کو بہکا کر لے جاتا ہے۔ ہم سارا دن اس کی تلاش اور جستجو میں لگے رہتے ہیں لیکن جب شام ہونے کے قریب ہوتی ہے۔ اور ہم سے تلاش کر کے واپس لا رہے ہوتے ہیں۔ تو ہمیں آواز آتی ہے کہ ہم میں سے دو اور آدمیوں کو شیطان بہکا کر اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ پھر ہم ان کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ تو آواز آتی ہے کہ فلاں آدمی کو بھی شیطان پکڑ کر لے گیا ہے۔ عرض ہم میں اور شیطان میں ایک جنگ جاری ہے۔ اور جنگ بھی ایسی کہ جس میں ہماری مثال دشمن سے بھاگے ہوئے شکست خوردہ لوگوں کی سی ہے۔ ہم ایک کو بچاتے ہیں تو دشمن دو کو لے جاتا ہے۔ ہم دو کو بچاتے ہیں تو وہ چار کو لے جاتا ہے۔“

مرزا محمود صاحب کا خطبہ جمعہ الفضل قادیان ۷ جون ۱۹۳۶ء

ذاتی طور پر مجھے اس بات کا قطعاً درد محسوس نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری جماعت موجودہ تعداد سے گھٹ کر آدھی رہ جائے یا چوتھا حصہ رہ جائے یا اس سے بھی زیادہ گہر جائے کیونکہ میں اس یقین پر ہوں کہ مخلصین

وہ کچھ کر سکتے ہیں جو تعداد نہیں کر سکتی۔“
مرزا محمود صاحب کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

مرزا محمود عام بیداری کے مقابل اپنی جماعت کی ڈھارس بندھانا چاہتے تھے۔ لیکن اس پر جو انسردگی اور بے حسی طاری ہو چکی تھی۔ اس سے ناخود معلوم ہوتے تھے چنانچہ ایک خطبہ میں کہنے لگا تھا کہ میں نے بارہا جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے آپ کو ان مشکلات اور ان ابتلاؤں کے لئے تیار کریں جو مستقبل میں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے متواتر توجہ دلائی کہ آئندہ کے خطرات محسوس کرو۔ اور ان قریبوں کی طاقت اپنے اندر پیدا کرو۔ جن کے نتیجہ میں محفوظ رہ سکو۔ مگر بعینہ اس طرح جس طرح ایک ایفونی کو جگایا جاتا ہے۔ مگر وہ پھر سو جاتا ہے۔ جماعت کے دوستوں کو جگایا جاتا ہے۔ اور ہوشیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر پھر سو جاتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ کب تک کوئی گلا پھاڑتا ہے گا۔ اگر یہی حالت رہی تو تم سمجھ سکتے ہو۔ اس کا انجام کیا ہو گا۔

مرزا محمود صاحب کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل قادیان مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۳۶ء

یہ چند اقتباس بطور نمونہ نقل کئے گئے۔ ورنہ ان ایام میں مرزا محمود صاحب کے ہر خطبہ میں اپنی جماعت

جس مذہب قادیانی کو ایسی کمزور بنیادوں پر بنایا جا رہا ہے یہ کبھی نہیں بن سکتا۔ یہ سمجھنا کہ لاکھ کے قریب آدمی اس کو مانتے ہیں محض سراسر ہے۔ ان میں سے نانوے ہزار ایسے ہوں گے جو مطلق سوچ و فکر سے کام نہیں لیتے پیر پستی میں انسان عقل و خرد کو جواب دے دیتا ہے۔ اور مرید عقیدت کے پیش نظر پیر کے عیوب کی پردہ پوشی کر جاتے ہیں۔

(اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)
عمل کے رنگ میں ان کے (مرزائیوں) دل غرور کمزور ہو گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل احمدیت کی مخالفت کا بہت زور ہے۔ ہمارے مخالفین احمدیت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں (لاہوری جماعت کے امیر محمد علی لاہوری کا خطبہ جمعہ مندرجہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۳ نومبر ۱۹۳۶ء)

موجودہ مشکلات کی وجہ سے ہمیں اپنے چند کارکنوں کو بھی جواب دینا پڑا۔ اس طرح انہیں تکلیف ہوئی۔ ... موجودہ حالات میں ارکان انجمن دیکھتے ہیں کہ ہم اس حد تک قدم اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے آگے نہیں جاسکتے۔ اسی وجہ سے انہوں نے نہایت افسوس کے ساتھ چند کارکنوں کو جواب دے دیا ہے۔ ... میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں ہم جس حد تک پہنچے ہیں وہ بہ ظاہر آخری حد معلوم نہیں ہوتی۔ ... میں نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (لاہوری جماعت کے امیر محمد علی لاہوری کا خطبہ جمعہ مندرجہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء)

کی بے عملی، بُزدلی، گھبراہٹ اور مالی قربانیوں سے جی چرانے، مالی شعبوں اور فنڈ کی نمایاں کمی وغیرہ کی شکایت کرتے اور جس طرح قادیانی مرزائیوں اور ان کے امام میاں محمود پیر پر نیشانی اور نامرادی کی گھبراہٹ کی حالت ظاہری تھی۔ اسی طرح لاہوری مرزائی بھی مسلمانوں کی اس عام بیداری اور احساس سے بے چین و مضطرب تھے۔ چنانچہ پردہ پوشی کی پوری جدوجہد کے باوجود واقعات پر کہاں تک پردہ ڈالا جاسکتا۔ بالآخر ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ

ایک وقت یہ تھا کہ یہ سلسلہ قادیانی اسب کو کھلے جا رہا تھا دنیا کی نگاہیں بار بار اُٹتی تھیں کہ حقیقی عامل یہ جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ اور آج یہ حالت ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی جن کے دل ادھر کھینچے ہوئے تھے وہ نفرت کرنے لگ گئے۔ (مرزائی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

قادیانی اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ ان کی خاندان ساز نبوت کچھ دنوں کی مہمان ہے۔ ... اس وقت وہ ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے ادھر ادھر اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کہ شاید کسی تنکے کا سہارا ان کو درطیلاکت سے بچالے۔

(اخبار پیغام صلح لاہور ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)
قادیانیوں کی خانہ ساز نبوت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ روبرو حقیقت دنیا پر واضح ہو رہی ہے کہ بنی کریم کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہویا پرانا آخر (اخبار پیغام صلح، ۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

مرزا محمود صاحب کا ایک اور خطبہ جمعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔
کہتا ہے :-

ابھی تو ہم اس شخص کی طرح پریشان پھر رہے
ہیں جو بغیر سواری اور کسی ساتھی کے ایک حبیب اور
پُرخطر جنگل میں بہک جائے۔ اور اسے اپنی منزل مقصود
پر پہنچنے کا راستہ ملے ہم بھی حیران و پریشان ایک ایسی
زمین میں پھر رہے ہیں جس میں نہ کوئی انیس ہے نہ جلیں
نہ سواری ہے نہ ٹہرنے کا مقام۔ ایسی حالت کے ہوتے
ہوئے خالی عقیدوں کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ اور ان سے
دنیا میں کیا تغیر ہو سکتا ہے۔

(الفضل فادیان ۲ جون ۱۹۳۶ء)

گویا جس طرح چاروں طرف جب آگ لگ جاتی
ہے تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور وہ نہیں سمجھ
سکتا کہ وہ کیا کرے۔ یہی حالت اس وقت ہمارے
ہے۔ (الفضل ۲ جون ۱۹۳۶ء)

الغرض اس زمانہ میں قادیانیوں اور لاہوریوں پر
دو پارٹی والوں کو اپنے برے انجام اور اپنے متون
کی بربادی کا احساس ہونے لگا تھا۔ اور یہ سب نتیجہ
اس جلد و جہد کا جو مسلمان اہل قلم، مدیران، جرائد و اخبار
نے مضامین و مقالات کے ذریعہ اور فیض و تبلیغ خطیبوں
نے برسرِ منبر پر جوش و تقریروں کی صورت میں ملی بہوں نے عام مسلمانوں
کے ذہن میں یہ بات جاگزیں کر دی کہ مرزائی جماعت
مسلمانوں سے علیحدہ ایک مستقل فرقہ ہے۔ اور ملت اسلامیہ
کے ساتھ ان کا کوئی تعلق باقی نہیں۔ مرزائیوں کا یہی جہد
ان کی کتاب "جہاد ان کا مرکز جہاد ان کا نصب العین
جہاد عرض ہر مذہب ہی شعبہ میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کوئی

و جہاد شترک باقی نہیں رہی۔ اور منہ ختم نبوت کا انکار کر کے
اہلوں نے اپنے لئے ایک ایسی نئی راہ نکالی ہے جو بالکل
اس راہ کی ضد ہے جس پر ایک صحیح العقیدہ مسلمان چل
کر اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور
درحقیقت خود مرزا غلام احمد صاحب نے اور ان کے
بعد ان کے خلفائے اپنی کتابوں میں اس بات کے ثابت
کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزائیوں اور غیر مرزائیوں کا
راستہ ایک دوسرے سے الگ تھک ہے۔ اور جہاد کے بلکہ حوالوں کے تحت
کہہ سکتے ہیں کہ مرزائیوں کو کافر و کفر قرار دیکر ان سے اپنی اور اپنی جماعت کی

علمائے کرام نے ہمیشہ سے مرزائی جماعت کی علیحدگی
کا اعلان کر کے مسلمانوں کو ان سے جدا رہنے کی تلقین کی
ہے۔ لیکن اس دورِ آخر میں اس فرقہ کے اعتقاد و دود
رس اثرات کا اساس ان انگریزی نوجوانوں کو بھی ہونے
لگا۔ جواب تک مرزائیوں سے ردِ اداریہ برتنے کی پالیسی
کو اپنے خیال میں مفید و درست سمجھتے تھے۔ اور ان
سے بالکلہاں اجتناب کے مشوروں کو علماء کی تنگ نظری و
تنگ خیالی قرار دے کر منہ کی حقیر اہمیت سے ناواقف
تھے۔ چنانچہ اس دورِ آخر میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی
مرزائیت کے برے اثرات اور اس فرقہ کی خرابیوں کو
محسوس کر کے علمی اور ٹھوس مضامین کے ذریعہ مسلمان نوجوانوں
کو خطرات سے آگاہ کیا۔ ان کے یہ مقالات مضامین
اس وقت کے رسائل و اخبارات میں انگریزی زبان اور
اردو ترجمہ شائع ہو گئے تھے۔ جس سے ان انگریزی نوجوان
نوجوانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ جو اقبال کی بجائے منہ وال
کو دیکھنے کے زیادہ عادی ہیں۔ اور عالمِ دین کی تحریک کو
ضرور عصیت و تنگ نظری پر محمول کر کے اس میں غور

کہ درمیان جو نزاع جاری ہے، اس سے ایک نہایت ہی اہم مسئلہ رونما ہو گیا ہے۔ اور مسلمانان ہند نے حال ہی میں اس کی اہمیت کو محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس مسئلے کے سیاسی اور اجتماعی پہلوؤں کے متعلق اہل برطانیہ کے نام ایک کھلا خط لکھتا لیکن افسوس کہ خرابی صحت نے اس کی اجازت نہ دی بہر کیف مجھے خوشی ہے کہ ایک ایسے معاملے کی تشریح میں جو میرے نزدیک مسلمانوں کی پوری جماعتی زندگی پر حاوی ہے۔ چند الفاظ کہوں لیکن مجھے شروع ہی میں یہ عرض کر دینا چاہیے کہ نہ میں کسی دینی بحث میں الجھنا چاہتا ہوں نہ مجھے نفسیاتی اعتبار سے باطنی قادیانیت کی ذہنی حالت کا تجزیہ کرنا ہے۔ اس لئے کہ جن حضرات کے لئے یہ تحریر لکھی جا رہی ہے۔ ان کو اول الذکر یعنی دینی بحثوں سے کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ اور مؤخر الذکر تحلیل نفسی کا وقت ابھی ہندوستان میں نہیں آیا۔ لہذا ان سطور کو لکھتے ہوئے میں نے وہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے جو تاریخ اور ادیان مذاہب کے طالب علم کا ہو سکتا ہے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں زیادہ تر وہ قومیں آباد ہیں جن کی بنا مذہب پر ہے اور ملت اسلامیہ کا تعلق نسبت ان جماعتوں کے جن میں دینی اور نسلی دونوں خیالات کی آمیزش ہے مذہب سے کہیں زیادہ گہرا ہے۔ اسلام نے جذبہ نسل کو مطلق تسلیم نہیں کیا۔ اور اپنی اساس صرف مذہب پر رکھی۔ چونکہ اسلام کا دار و مدار مذہب پر ہے اور یہ مذہبی رشتہ خالصاً روحانی ہے۔ لہذا رشتہ قرابت سے کہیں زیادہ واقع ہوا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو فطرۃً ان باتوں کا بہت جلد احساس ہو جاتا ہے۔ جو

کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اس مقالہ میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ان مضامین سے بھی چند پیچیدہ پیچیدہ حصے نقل کر دوں۔ تاکہ ہمارے قارئین کرام کو اس سلسلہ میں ان کے خیالات و افکار کا بھی علم ہو جائے۔ اور مسئلہ کی حقیقی اہمیت کو سمجھ جائیں

”اجماری قادیانی کشمکش“ کے دوران میں ڈاکٹر خٹا موصوف نے ایک بیان شائع فرمایا تھا جو مندرجہ ذیل ہے: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس بیان سے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے دینی زبان سے حکومت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جبراً قادیانیت کو مٹا دے۔ ہرگز نہیں میں نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ ہندوستان کے فرمانروا صرف ایک ہی روش اختیار کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ امور مذہب سے مطلق تعرض نہ کریں۔ بایں ہمہ مجھے اس بات کا اعتقاد ہے کہ حکومت کی یہ روش ان جماعتوں کے لئے جن کی بناء مذہب پر ہے مضرت سے خالی نہیں لیکن چونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ لہذا جو لوگ اس طرح نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اپنی حفاظت کے لئے مناسب ذرائع اختیار کریں۔ میرے نزدیک حکومت ہند کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت قرار دے۔ ان کا ایسا کرنا خود اہل قادیان کے طرز عمل کے عین مطابق ہوگا۔ اس کے بعد مسلمان بھی ان کو اسی رواداری اور بے تعصبی کی نظر سے دیکھنے لگیں گے جس طرح دوسرے مذاہب کو۔

اس وقت ماسخ العقیدہ مسلمانوں اور اہل قادیان

کہ ہندوستان کے آئندہ دستور میں انہیں مسلمین کے وجود سے محفوظ رکھا جائے۔ حالانکہ یہ فرض مسلمانوں کا تھا کہ وہ اس قسم کا کوئی مطالبہ حکومت سے کرتے۔ اس لئے کہ ان کا نظام معاشرت جذبہ نسل سے بالکل آزاد ہے۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ موجودہ صورت حالات پر متانت کے ساتھ غور کرے۔ اور ایک ایسے مسئلے کے منتظر جس کو جمہور اسلام بقائے ملت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کی ذہنیت کو سمجھے۔ یہ کیف اگر کوئی قوم یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا وجود خطرے میں ہے۔ تو اسے مجبوراً ان قوتوں کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ جو اس میں تفریق و انتشار کا باعث ہوں۔

لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے پاس دفاع ذات کے ذرائع کیا ہیں۔

اختلافی تحریر میں اور اس شخص کے دعاوی کی تردید جو کسی جماعت کے اندر مذہبی اعتبار سے ایک بنیاد دہی کھڑا کر دے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ایک ایسی ملت کو رواداری کا سبق دینا کہاں تک مناسب ہے۔ جس کا استحکام خطرے میں ہے۔ برعکس اس کے باغی جماعت کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنا پروپیگنڈا جاری رکھے۔ خواہ اس میں سب و شتم ہی سے کام لیا گیا ہو۔

لیکن اگر کسی جماعت کا ایک باغی فریق حکومت کے لئے خاص خدمات کا باعث ہو تو یہ اس کے اختیار میں ہے کہ جس طرح چاہے اس کی خدمات کا صلہ دے۔ اس پر کسی شخص کو اعتراض نہیں ہو گا۔ البتہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم ان قوتوں سے جو ہمارے لئے نشست و افتراق کا موجب ہو رہی ہوں۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جماعتوں

اس امر کی بصیرت کس طرح ممکن ہے کہ وہ ایک ایسے مسئلہ کی جامع حقیقت کو سمجھ سکے جس کا تعلق ایک ایسی ملت کی موت و حیات سے ہو جو اپنی تہذیب و تمدن کا الگ اور جدا گانہ تخیل رکھتی ہے۔

ہندوستان کے حالات عجیب و غریب ہیں۔ ادیان و مذاہب کا یہ ملک جہاں ہر ملت کا مستقبل خود اس کے اندرونی اتحاد و استحکام پر مبنی ہے۔ ایک مغربی قوم کے زیر نگین ہے جس کے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ مذہبی امور میں عدم مداخلت کی روش اختیار کرے لیکن اس ضروری مگر آزاد خیال روش کا نتیجہ ہندوستان کے حق میں کچھ اچھا نہیں ہوا۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا کسی طرح بھی مبالغے میں داخل نہیں کہ ہندوستان میں دولت برطانیہ کے زیر حکومت مسلمانوں کی وحدت اس حد تک بھی محفوظ نہیں جس حد تک یہود اہل روم و ماکہ ماتحت یہاں ہر مذہبی مذہب کو موقع ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے ایک نئی امت پیدا کر سکے۔ ہمارے آزاد خیال حکومت کو اس امر کی مطلق پرواہ نہیں کہ اس طرح کسی جماعت کا استحکام رہتا ہے یا نہیں بشرط یہ ہے کہ جو شخص کسی نئی مذہبی تحریک کا مدعی ہے وہ اس کے مرید حکومت کے وفادار ہوں اور ریاست کے تمام ٹیکس پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ لسان العصر کبیر نے اسی حکمت عملی کا مطلب خوب سمجھا تھا۔ انہوں نے اپنے مخصوص طریقہ انداز میں کہا ہے۔

گورنمنٹ کی خیر یا ر و منار

انا حق کہوا اور پھانسی نہ پاؤ

مجھے کٹر ہندوؤں کا یہ کہنا بہایت ٹھیک نظر آتا ہے

سے لوگوں کے اندر رفتہ رفتہ مذہب سے بے اعتنائی پیدا ہوتی رہے گی۔ اور اقوام ہند کی اجتماعی زندگی کا یہ سہارا ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا۔ اس وقت ہندی مذہب کی بجائے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو گا۔ اور بہت ممکن ہے یہ وہی دہریت پرست مادیت ہو جس کا ظہور روس میں ہوا۔

(مضمون مندرجہ رسالہ طلوع اسلام مارچ ۱۹۳۶ء)
(باقی آئندہ)

کے اندر بھی خطرات کا احساس ایسا ہی قوی ہوتا ہے جیسا افراد میں۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ فرقہ ہائے اسلام کے دینی نزاعات کو اس کے بنیادی عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ جن پر اختلاف رائے اور ایک دوسرے کی تکفیر کے باوجود ان سب کا ایمان ہے۔

لیکن ابھی ایک بات اور ہے جس پر حکومت کو غور کرنا چاہیئے۔ اگر موجودہ آئین خیالی کی بنا پر ہندوستان میں مدعیان مذہب سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ تو اس

کیا اسلام امن عالم کے لئے مضر ہے؟

دہنی کشمکش کا آغاز اور اس کے اسباب

(از مولانا محمد اکمل صاحب نقاسمی)

(قسط اول)

لعبۃ لا ولی الا بمصاری۔

عرب اور ترک کا غلام بن کر رہے؟ ترک اپنے علم و بردباری و ایشانہ کے باوجود عرب قوم کا دشمن ہے۔ عرب کو ترک سے علیحدہ ہو جانا پڑا۔ مسلمان مسلمان کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ کشت و خون، ہزاردوں ہزاروں نوجوان بچے، بوڑھے عورتیں، تہ تیغ ہوں، خانہ جنگی تلواروں میں وہ بھٹکا رہا پیدا کرے جس سے ساری مغرب میں ترہم پیدا ہو جائے۔ ہر مسمی ہوئے بم اور ٹرپٹی ہوئی گولیاں وہ ویرانی پیدا کریں جس سے

محور کے گرد ایک آزاد و نہ گردش کی گئی۔ آنا فنا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ شکست و ریخت کا ہولناک منظر — اسپین کا مسلمان تاجدار اطلس کی پہاڑیوں پر چڑھ کر آئینہ ببار ہا تھا۔ تخت و تاج چھین کر اسے اسپین سے رخصت کر دیا گیا۔ ہلاکو خان یسوی پوٹا میہ پر چڑھ دیا۔ خلیفہ اسلام معتصم باللہ کو پکڑوں میں لپیٹ کر پتھروں سے کچل دیا گیا۔ پادشاہ کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ اور ہندوستان سے دور اسے رنگوں کے قید خانہ میں زندہ دھکڑ کر دیا گیا۔ ان فی ذالک

فلسطین کی سرزمین پر اہل یہود کے خیمے نصب ہونے لگے مسلمان کی زمین یہود کو دے دی گئی مسلمان کی دولت سے کیسٹ یہود کو پر نہ رکھی گیا۔ دہلی کے لال قلعے پر ہلائی پرچم سرنگوں ہو کر یاد ماضی کے غم میں ڈوب گیا۔ اور یونین جیک کا پرچم ہرا کر مسلمان کی تقدیر کا مذاق اڑانے لگا یہ سب کیوں کر ہوا۔ کوہ اظہار کی سنسان پہاڑیوں سے پوچھو! نیل کی سمسکتی ہوئی موجوں سے پوچھو! دجلہ و فرات کے کناروں سے پوچھو! الجیریا مراکش ایسی سینیا کے نخلانوں سے پوچھو! جاؤ! اور جہنا کے کنارے کھڑے ہو کر پکارو! تاج محل کی سنگین دیواروں سے کھراٹکر اگر جو صدائیں تمہارے کانوں میں گونج جائیں وہ ہیں تمہارے سوا لوں کا جواب مسلمان قوم کو ہر خطہ ارض پر روندنا گیا مسلمان! اور پچل دیا گیا۔؟

وان تنولوا یستبدل قومًا اور اگر تم بدل گئے تمہاری غیر کہ تمہارا لیکو نوا مثلاً لکم جگہ دوسری قوم لایگا (سورہ محمد رکوع ۴) جو تمہاری مانند نہ ہوگی۔ بحر روم، بحر اسود، بحر قزقم، بحر عرب اور پھر بحر ہند کے کناروں پر اضمحلال و بزدلی کے مناظر جلوہ گر تھے۔ نہ فوج تھی نہ فوجی بیڑے۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مسلمانوں کی کینٹنگا ہیں نہ قلعے۔ دریاؤں کے بنے ہوئے پلوں سے گزر جانے میں کوئی دشواری نہ تھی۔ اور پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، محمد بن قاسم، عمر بن العاص کے فرزندوں کی لگوں میں لہو کا ہر قطرہ سرید پڑ گیا تھا۔ ارض سین پر بے خطر اتر جانے والے عساکر نہ تھے۔ وادی نیل پر چپکنے

ارض مغرب کی آبادی کو چار چاند لگ جائیں۔ مرد مومن کی گردن سے خون کے چھینٹے کچھ اس طرح بکھریں کہ بساط مغرب گلگوں ہو جائے۔ آہ! دیا رکھہ کو جاڑ کہ دیا رکھہ آباد کیا جائے۔ ترک سرزمین حجاز سے نکل جائیں تاکہ اہل عرب یورپ کی پناہ لے سکیں۔ یا ایہا الذین امنوا تطیعوا فریقاً من الذین اوتوا لکتاباً یزیدو لکم بعد ایمانکم کافرین! ویکف تکفرون و انتم تتلی علیکم آیات اللہ و فیکم رسولہ۔ ومن یتقصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم۔ (وال عمران رکوع ۱۵) کا رسول ہے جس نے اللہ کو پکڑ لیا اس نے سیدھی راہ پائی۔ ایمان کی گردن میں پنجہ غیر نے ناخن گاڑ دیئے افسان قوم اپنی سطوت و جلال کی یہ آیات کو لے کر پہاڑ کے نشیب و فراز میں رہ پوش ہو گئی ایسی سینیا کے رہنے والے گیس کے مسموم جھونکوں میں موت کی فیند سو گئے۔ طرابلس الجیریا مراکش کے مسلمان غلامی کی تربیتی ہوئی اپنی انجیروں میں اندر سرتاپا جکڑ دیئے گئے نیل کے کنارے فرعون کی ڈوبی ہوئی فوج پھر نمودار ہوئی جس نے اہل مصر کا محاصرہ کر لیا۔ اور عمرو بن العاص کی شجاعانہ دہائیں ارض مصر میں دفن کر دی گئیں مسلمان کے صفحہ تقدیر پر غیر مسلم نے لکیریں کھینچیں۔ قرطاس ابیض کی سفیدی باقی رہی اور

کوکڑ لیا اس نے سیدھی راہ پائی۔ ایمان کی گردن میں پنجہ غیر نے ناخن گاڑ دیئے افسان قوم اپنی سطوت و جلال کی یہ آیات کو لے کر پہاڑ کے نشیب و فراز میں رہ پوش ہو گئی ایسی سینیا کے رہنے والے گیس کے مسموم جھونکوں میں موت کی فیند سو گئے۔ طرابلس الجیریا مراکش کے مسلمان غلامی کی تربیتی ہوئی اپنی انجیروں میں اندر سرتاپا جکڑ دیئے گئے نیل کے کنارے فرعون کی ڈوبی ہوئی فوج پھر نمودار ہوئی جس نے اہل مصر کا محاصرہ کر لیا۔ اور عمرو بن العاص کی شجاعانہ دہائیں ارض مصر میں دفن کر دی گئیں مسلمان کے صفحہ تقدیر پر غیر مسلم نے لکیریں کھینچیں۔ قرطاس ابیض کی سفیدی باقی رہی اور

آہستگی

اہل مغرب اپنے تاج و تخت کی جلوہ گری سے دیدہ مسلم کو خیرہ کر ہی چکے تھے۔ اب انہوں نے کہا مسلمانو! آؤ دوڑو! ایک بار تم اپنے کو دیکھو! دیکھو تم نے اپنے کو کس طرح اوہام پرستی میں مبتلا کر رکھا ہے خدا ترسی اور خدا پرستی انواع انسانی کے لئے ایک مختصر ہے۔ نہ اپنی بے سرو سامانی پر نظر ڈالو! تمہارے آسمانوں پر طیارے اڑتے نہیں دکھائی دیتے تمہارے گھروں میں ریڈیو اور ٹیلیفون نہیں ہیں تمہاری عیش گاہوں میں پردہ سیسے پر بند کتنی موٹی تھوہریں نہیں ہیں تم لاکھ کی قیمتوں میں آواز نہیں سمجھ سکتے۔ میل گاڑی اور گھوڑے گاڑی کی سواریاں کرتے کرتے کیا تم ابھی تھکے نہیں؟ دیکھو! ہم ریل اور جہاز بنانا جانتے ہیں۔ ریلوں کے چلانے کے لئے ہم نے زمین کے طول و عرض پر نوہے کی شاخیں پھیلارکھی ہیں۔ جہازوں کے لئے سمندر کی سطح کو چیر کر سہل گذار راستے پیدا کر لئے ہیں۔ آسمان کو مستحضر کر لیا ہے! تم کس قدر بے سرو سامان ہو! تمہاری مجلسوں میں علم و فن کی مشعلیں دھندلا گئی ہیں۔ تم یومیدہ کتاب میں تمدن و معاشرت کی ماسٹ دیات کے اصول حیات تلاش کرتے ہو! تم کس قدر بھولے ہو! تم اپنی تمام ذہنی و قلبی لطافتوں کو ختم کر دو۔ اپنے تیز سو سالہ تصورات کو فنا کر دو! اپنے بہادری کی حکایتیں اور اپنے اسلاف کی روایتیں ذہن سے یکسر محو کر دو! تصدیق و ادعان کی بندشوں سے

والی توانیں نہ تھیں۔ محروئے اعظم کو روندتے ہوئے گذر جانے والے گھوڑے نہ تھے میدان صاف تھا دنیا نے اسلام کے اسلحہ خانہ میں وہ سامان ہی نہ تھا جس سے کسی نئے پانی پتہ کا خاکہ تیار کیا جاسکے۔ یورپ کا قافلہ در قافلہ براعظم افریقہ براعظم ایشیا کے ساحلوں پر اترا۔ پہاڑیاں طے کیں۔ دریاؤں سے گذرا اور میدانوں سے ہو کر یضیطانی گر وہ انسانوں کی بستیوں میں گھس گیا۔ جہاں جس نے مناسب سہجا دیں اپنے ڈیرے ڈال دیئے!

اہل افرنگ نے خوب ہی لوٹ کھسوٹ مچائی مال غنیمت کا کچھ حصا بنگر نہ کر لیا کچھ حصہ اہل فرانس کو مسلمانوں کو نقد ترسبہ کر کہیں ڈیڑھ قوم نے بھل لیا اور کہیں پر ہنگامیوں نے مسلمان کے دامن عظمت کے بکھرے ہوئے پردوں کو کہیں جرمنی نے سمیٹ کر رکھ لئے اور کہیں اہل روس نے۔

یورپ کا یہ طوفان ہر چار جانب پھیل گیا۔ اس آندھی میں محض گر و غبار ہی نہ تھے ہواؤں کا جھکڑ ہی نہ تھا۔ زہر کے پارے اڑ رہے تھے جو قلب و جا میں آتر جاتے تھے ہیلا ہلا دکھیں بند ہو ہو جاتی تھیں۔ فضاؤں میں سمیت بکھر ہی تھی۔ جو انسانوں میں پھیل ہو ہو کر گی حیات کو مضطرب اور افسردہ بنائے دیتی تھی روح کا احساس گم ہوتا جاتا تھا۔ دور سے توپوں کے دانے ہم پر سارے تھے اور قریب سے روجوں میں بے مصلی کا خمار بھرا جا رہا تھا۔ اہل افرنگ نے اسلام کے لئے دوسرا طریقہ علاج اختیار کیا۔ بصد

جوش سپردگی کے جنوں نے خودی کو پامال کر دیا۔ استعجاب و تحیر کی فراوانی نے فکر کی عظمتوں کو فنا کر دیا۔ مسلمان سمجھنے لگا۔ واقعہ وہ ادا نام پرستی کا شکار ہے۔ اور بے سرو سامان۔

ولا تو منوا الا لمن تبع دينكم | اور مت مانو مگر اس کی
قل ان الهدى هدى الله | جو تمہارے دین کی پٹری
ان يوتى احد مثل ما ووتيه | کہہ دو ہدایت اللہ
او يوحا جو کہ عند دیکھ
قل ان الفضل بيد الله | جائے کوئی شخص جیسا تم
يوتيه من يشاء | دیئے گئے ہو یا یہ کچھ بگاڑا
واسع عليه | کریں تم سے تمہارے رب
(۱۱۱ عمران رکوع ۱۱۶) | کہہ دو فضل اللہ
ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ
کائنات والا اور جاننے والا ہے۔

یورپ کی نبض شناس انگلیوں کی گرفت نے دل کی
دھڑکنوں اور پھر روح کی کشمکش کو پہچان یا دیا ہے
اسلام کے طول و عرض پر یا فانی شفا خانے کھول دیئے
نہر آلود و واؤں کو سانسوں کی راہ سے دل میں اتار دیا۔
اسلامی اصول حیات کی محکمہ گرہ کو ادھیڑ ادھیڑ کر
دکھلایا۔ اور اسے بالکل کمزور بتلایا گیا۔ کیونکہ زہر آب
شراب بن کر خلق سے اتر گیا تھا۔ اذہان اپنے صحیح
اصول اور اس کے صحیح استدلال سے عاری تھے۔
ہر فریب کو یقین کے سانچے میں ڈھال یا گیا۔ اور
ہمارے ذمہ دار افراد نے کیا کیا؟ مدتوں خواب نامی بد
مست رہے۔ جب طبل جنگ پر چوٹ پڑی میدان کاہ فار

آواز ہو کر آواز ہمارے ساتھ طواری مجلسوں میں میٹھا
ہمارے مدرسوں میں پڑھو! ہم تمہیں اپنے عشرت کہوں
میں لے چلیں گے۔ جہاں سین بدن تھرکتا ہے۔ محن داؤدی
کی نمرود سے عمق روح میں توجہ ناہریں پیدا ہو
جاتی ہیں۔ تم مسجدوں میں جاتے ہو جیہ سائی کرتے ہو
حور و غلمان کا شوق تمہارے عیش کو سراپا نام بنا دیتا
ہے۔ جنت اور بہشت — ذرا سوچو تو سہی!
یہ تو فریب خیال کا حسین طلسم ہے۔ تم اپنی مادی زندگی کو
خلع سامان بنا سکتے ہو۔ انسانی زندگی عناصر و بعد
کی ترتیب کی ہم آہنگ اور دلکش رہے۔ ایک جناب
ہے جو ابھرا بھر کے ڈوب جاتا ہے۔ اس حسین ترتیب
کی فضا ترتیب ثانیہ کے لئے مفید ہے۔ اور تمہارے
لئے بالکل بے سود ہے۔ اس جناب کی نازک چھاؤں پر
کو نقش و نگار سے آراستہ کرو۔ اس میں سست و
موجوں کا ترتم سمود و اختک تر ہواؤں کی مدہم روانی
کے ساتھ بہاؤ۔ جب تک بہتا رہے کہیں پانی کا بلبل
ڈوب جائے اور تم آغاز و انجام کی پیچیدگی میں
اُلجھے رہو۔ شیخ حرم خود پرستی کا مرقع ہے جس میں
اغراض کی بھینک لکیریں ابھری ہوئی ہیں کسب زہر
طلب جاہ اکبر و پندار — اور خدا یہ تمہارے اذہان
کا پیدا کردہ فریب جو تمہارے اذہان و یقین کا محتاج
ہے اور پھر کچھ نہیں۔ و تعوذ یا اللہ جن ذلک
مداری آواز دے دے کہ راگیروں کو اپنی طرف
متوجہ کرے ہاتھ اکہ رہا تھا آواز ابھیں تماشہ کھلاؤں
بالآخر شوق تماشہ قدم ٹھٹھے ٹھیسے اور رُک گئے۔

گرم ہوا۔ اپنی زنگ آلود تلواریں لے کر وہ ٹر پڑے جو مدتوں زیر زمین دفن تھیں اور حریف کے پاس نئے نئے آلات حرب تھے صیقل کردہ — اقتصادیات و معاشیات کے مسائل اور ان کے عقلی و لاطنی فلسفہ جدید کی نئی اصطلاحات اور ان کے اعجاز و کمالات — جن پر ذمہ داران اسلام کے مسائل کلیہ کی بنیاد تھی ان سے مکمل انحراف — ان کے سامنے عہد ماضی کے وہ خوش گوار لمحے رقصاں تھے جب علمائے اسلام نے مسجدوں اور خانقاہوں کی خلوت میں گم ہو ہو کر مستحکم اور غیر متزلزل دلائل اور براہین مرتب کئے تھے جنہوں نے نقوش باطل کو یکسر مٹا دیا تھا — مگر حال یہ تھا کہ ان لمحات کی ضرورت کے احساس کے علاوہ ہر طریقہ کا شکست و ندامت کا آئینہ وار تھا۔ انجام کار اپنی صداقت کے باوجود اہل قدس کار و حافی فلسفہ باطل کی پیچیدگیوں میں الجھ کر رہ گیا یہ سچ ہے کہ باطل کی تیرگی اپنے دامن کو چیر کر صداقت و حقیقت پر نور شعاع پیدا کر لیتی ہے۔ مگر اس عہد پیرامن کے تصور سے پہلے پہلے تو ذمہ داران اسلام کو شکست ہی ہو گئی شکست اس معنی میں کہ انہیں بحران کے کہ تقسیم کا درک لیں کوئی اور راہ عمل نظر نہ آئی۔ دراصل تقسیم کا یہی وہ بڑی لعنت ثابت ہوئی جس نے شور و ہل بکرتارہ باب کے خاموش اور روح پرور نقات کو گم کر دیا۔ ملت کی جمعیت پر آگندہ ہو گئی — شیرازہ بکھر گیا۔ افراد کا ٹوڑا ہوا اور اس طرح مسائل کلیہ و جزئیہ کی اذعان نے تنصیف کر لی —

مرعوب ذہنوں کے تصورات یکسر بدل گئے روحانی

کشکش اور عقلی کاوشوں کی ناندیبا، الجھنوں نے مسلمان قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک بڑا سیلاب تھا جس کا بند یک بیک ٹوٹا۔ دکنے والوں نے فوراً ہی صوبہ دی شروع کی۔ مگر غلط طریقہ پر باطل کی یلغار کو روکنے کے لئے علمائے اسلام نے ہر ہر قدم پر محاذ جنگ قائم کئے۔ دفاعی حصہ بنایا۔ یہ سعی ان کی فی نفسہ مدح تھی۔ اور قابلِ ستائش۔ مگر طریقہ کار تو وہ ہونا چاہیئے تھا جس کے بدلنے کا آخری دم تک تکیا بھی پیدا نہ ہو سکے! تحریک توحید و توحید کے بعد طعن و تشنیع سب دشتام کی باری تھی۔ ان سب باتوں نے فریق باطل کو کچھادہ بھی سدی اور ہٹ دھرم بنا دیا — چاہیئے تھا کہ بعد از تسلیم استغواب و تصویب ہوتی مگر ہوا یہ کہ فریقین نے اپنے اپنے عیوب کو نظر انداز کر دیا۔ اپنے اپنے کلیات حقہ باطلہ کے استحکام و تشیید کے لئے دلائل فراہم کرنا شروع کئے۔ یورپ سے خوف زدہ انسان نے علمائے اسلام کی طرف مراجعت نہ کی بجائے خود چند تصورات دینی و دنیوی گھڑ لئے جو اسلام کے ساتھ کثیرالارتباط تھے۔ خدا در سول کیا ہیں۔ مگر کیا ہیں؟ جنت و دوزخ کیا ہے۔ وہ تمام امور جو اسلام کے لئے علل و اربعہ کا حکم رکھتے تھے۔ ان کے خود ساختہ اصول کے پابند ہو کر رہ گئے۔ مقدمات و تمہیدات مجملہ و مفصلات سے آنکھیں بند کر لی گئیں جنہیں اسلام پیش کرتا ہے۔ اور پھر ان پر اپنا اصول و فروع کی بنیاد رکھ دی۔ مملکت و موصوم حج و زکوٰۃ اس کے نزدیک لایعنی شفا بن کر رہ گیا۔ اور وہ سمجھنے لگے یہ تمام چیزیں اور ان کے محافظین فتنہ کے بانی ہیں۔

بہتر ہے کشیروں کو سکھادیں ہم آہو

باقی نہ رہے شیر کی شیریں کافسانہ

چنانچہ ہماری مہربان حکومت اس طرف متوجہ ہوئی کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تسبیح دے دی جائے۔ ان کو پالاج بنا کر خانقاہوں میں بٹھادیا جائے۔ نماز روزہ حج، زکوٰۃ جن سے ہمارے کچھ نہیں بگڑتا ان کو باقی رہنے دیا جائے اور مذہب و سیاست کی تفریق کر کے ان کو سیاسیات سے غافل کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مسلمان رفتہ رفتہ اپنی ترقی کے مرحلے سے دور ہوتے گئے۔ سیاسیات اقتصادیات وغیرہ کو اپنے مذہب سے خارج کر دیا۔ اور وہ یہ بھول گئے کہ ہمارا مذہب تمام چیزوں کا جامع ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ہماری زندگی کا کوئی شعبہ اس کے احاطے سے باہر نہیں۔

اقتصاد کی لغوی تحقیق | اقتصاد کے معنی بیانہ روی کے ہیں۔ عرب کے محاورے

میں استعمال کیا جاتا ہے "اقتصاد فی النفقۃ" یعنی خرچ اخراجات میں بیانہ روی اختیار کرنا (المجد) "اقتصاد" کفایت شعاری کا علم "اقتصادی" متعلق بہ علم اقتصاد، متعلق بہ علم مالی (لغات جدیدہ) "اقتصادی" میانہ روی اختیار کرنا، سیدھا راستہ چلنا، کفایت شعاری اختیار کرنا۔

اقتصاد کے اصطلاحی معنی | مال کے لین دین میں میانہ روی اختیار کرنا، کل اقتصادیات ایک فن کا درجہ حاصل کر چکا ہے اس کا تعلق، کسب معاش کھانے پینے، داد و ستد، ملکی درآمد و برآمد، مالگذاری وغیرہ سے ہے۔

اس سے پہلے کہ اس معاملے میں اسلام کا نقطہ نظر

پیش کیا جائے۔ اس مسئلے پر روشنی ڈالی جاتی ہے کہ

انسان بحیثیت انسان اقتصاداً | خدا کی ایک مخلوق "فرشتہ" کا کس حد تک محتاج ہے

کھانے پینے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ صرف تسبیح و تہلیل میں ہمہ تن مصروف رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مخلوق "حیوان" (جانور) ہے۔ اس کا کام فقط کھانا پینا ہے۔

اس میں صرف ایک قوت بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مخلوق "انسان" بھی ہے۔ اس کی حیثیت معیون مرکب کی ہے۔ نہ بالکل فرشتہ ہے نہ جانور بلکہ قوتِ بہیمیہ اور ملکیت کا مجموعہ خدائے عز و جل نے ایک عجیب مخلوق پیدا کی ہے۔ اس کو خدا کی عبادت بھی کرتی ہے۔ اور

کھانا کھانا بھی ہے۔ انسان کی تکمیل مذکورہ بالا قوتوں کے صحیح استعمال اور ان کی تکمیل ہی سے ہوتی ہے۔ جانوروں کے لئے مناسب غذا جہاں وہ پیدا ہوتے

میں پہلے ہی سے موجود رہتی ہے۔ انہیں اپنے کھانے پینے کے لئے کمانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسان بالکل بے سرو سامان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن سب سے بہترین چیز اسے دی جاتی ہے جسے عقل کہتے ہیں اسی کے ذریعہ اس نے اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کمانے

کا طریقہ سیکھا اور ایک دوسرے کے تعاون سے کام کرنا شروع کیا۔ کاشتکاری کے ذریعہ اپنی غذا فراہم کرنے لگا۔ غرضیکہ انسان میں جس قدر تمدن آتا گیا ضروریات زندگی بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ انسان اپنی ساری ضروریاتیں خود فراہم کرنے سے

کے گھر کے تمام افراد کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

کمانے کے بعد اخراجات کا بھی ایک معیار مقرر کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ممکن ہے ایک شخص سال بھر کے اخراجات کے لائق محنت کر کے رقم فراہم کرے۔ اور اس کو بے اندازہ چند دن میں خرچ کر دے۔ ایسی صورت میں اس کی منزلی زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور خود اس کی اور اس کے گھر والوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس لئے انسان کو ایک مقررہ مقدار میں کمانا پڑے گا۔ اسی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انسان بحیثیت انسان اقتصادیات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

دینی ضروریات اور اقتصادیات

نہیں بلکہ دینی ضروریات کے لئے بھی اقتصادی خوشحالی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام کے دوا رکاز تو اسی اقتصادی خوشحالی پر موقوف ہیں۔ یعنی زکوٰۃ اور حج بغیر کافی روپے پیسے کے یہ دونوں فرض ادا ہی نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں اسلام نے بیوی اور نابالغ بچوں کا نفقہ انسان پر فرض کیا ہے۔ پاس پڑوس والوں اور غربا کی خدمت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

تصوف اور اقتصادیات

موجودہ دور میں تصوف کی شکل اس قدر ہو گئی ہے کہ وہ بہہ بہانیت کے مرادف ہو گیا ہے۔ حال آنکہ اسلام کو بہانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاں تک میر سمجھ سکا ہوں تصوف کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کا عبادت اس طرح کرے کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ درجہ حاصل نہ کر سکے تو کم از کم یہ کہ خدا آئے

عاجز آگیا۔ اس لئے اس کے لئے تقسیم عمل کے طریقے پر کام کرنا ضروری ہو گیا۔ اور ضروریات زندگی کے مختلف شعبے مختلف طبقوں نے سنبھال لئے کسی نے تجارت سنبھالی کسی نے کاشتکاری کا پیشہ اختیار کیا کسی نے صنعت و حرفت کا۔ غرضیکہ اس طرح ہمیشہ ادارے وجود میں آ گئے۔ اس لئے انسان اپنی زندگی بسر کرنے میں بے شمار لوگوں کا محتاج ہو گیا۔ اسی سے لین دین خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہوا۔

پہلے پہل لین دین کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً ایک شخص کو جو تے کی ضرورت پڑی اور اس کے پاس کپڑا اس کی ضرورت سے زیادہ موجود ہے اب وہ ایسے شخص کی تلاش کرتا تھا جسے کپڑے کی ضرورت ہو اور اس کے پاس جو تے اس کی ضرورت سے زائد ہوں جب ایسا شخص مل جاتا تھا تو خرید و فروخت کرتے تھے لیکن اس میں بہت دشواریاں پیش آتی تھیں اسی لئے لوگوں نے سونے چاندی کو اس کام کے لئے منتخب کیا تاکہ آسانی سے ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

ظاہر ہے کہ روپے پیسے اور دوسرے اسباب خود بخود پیدا نہیں ہو جاتے اس کے لئے محنت کرنی ضروری ہے۔

انسان چونکہ مدنی بطع ہے اور اس میں منزلی زندگی پائی جاتی ہے۔ اگر یہ صرف اپنی ضرورت کے لائق کمانے پر اکتفا کرے تو اس کے لئے زندگی بسر کرنی دشوار ہوگی۔ اس لئے اس کو اپنے ماتحت یعنی بیوی بچوں کے لئے اسباب معاش پیدا کرنا پڑ گیا۔ اس لئے قدرتنا اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کم از کم اتنا کمائے کہ اس سے اس

دیکھ رہا ہے۔ اس درجے کے حاصل کرنے کے لئے بہت کافی ریاضت کی ضرورت پڑتی ہے بایں ہمہ ایک عونی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بوی بچوں کو چھوڑ کر دنیا کے دھندوں سے الگ کسی غار میں بیٹھ جائے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا رہبانیت ہے۔ اور قرآن نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے و رہبانیت ابتد عینا ما کنینا علیہم ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ اور جو گناہ جس کو عیسائیوں نے ایجاد کیا ہم نے ان پر نہیں لکھا تھا مونیہ میں جو تمہارا حصہ ہے اسے بھول نہ جاؤ۔ صوفیوں کو بھی ایسی ہی زندگی بسر کرنی پڑے گی جیسی اور لوگ بسر کرتے ہیں حکیم الہمد امام ولی اللہ ہلوی صوفیوں کے آداب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ”در لباس و کسبہ غیر آل تمیز بودن از سائر ناس محمود است بلکہ بد روش انخوان خود و عیشہ خود زندگانی کند۔ اگر از طبقہ علماء و است برودش علماء باشد و اگر از محرفا است بوضع محرفہ و اگر از سپاہیان است بطور سپاہیان“

ہماعت شائع کردہ بیت الحکمہ لاہور ص ۱۷۱

اس لئے ایک صوفی کی اقتصادی حالت اچھی ہونی چاہیئے۔ ورنہ وہ اگر کھانے کمانے کے دھندوں میں رات دن لگا رہے تو اس کو ریاضت کا موقع نہیں ملے گا۔ اور اگر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ریاضت ہی میں لگ جائے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

حکومت اور سیاسی توازن | حکومت کے ساتھ اقتصادیات کا بہت تعلق ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسے ذرائع

اختیار کرے کہ اس کی مملکت کے افراد کی اقتصادی حالت درست ہو سکے۔ افراد کی اقتصادی بہتری بہت حد تک حکومت کے نظام کی خوبی پر موقوف ہے۔ کسی ملک کی حکومت اگر اپنے ملک کے افراد کے لئے اقتصادی ترقی کے مواقع بہم نہ پہنچائے تو وہاں کے افراد کی اقتصادی حالت اچھی نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر ہندوستان ہی کو دیکھ لیجئے۔ یہاں کی حکومت نے ایسے تدابیر اختیار کئے ہیں جن کی وجہ سے یہاں کی اقتصادی حالت بہت خراب ہو گئی ہے ٹیکس ضرورت سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے۔ حکومت ملک کی اجازت کے بغیر چیز چاہتی ہے باہر بھیجتی ہے خواہ ملک دلوں کو اس کی کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔ اور جو چیز اس کو فروخت کرنی ہوتی ہے جس مقدار میں چاہتی ہے یہاں لاتی ہے اور بیچ کر خوب دولت کماتی ہے۔ ملکی صنعت و حرفت پر پابندیاں عائد ہیں۔ کارخانے بہت کم کھولے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے افسروں کو حد سے زیادہ تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ جب کوئی حکومت ایسے طریقے اختیار کر لیتی ہے تو انقلاب آتا ہے اور اس حکومت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ اپنی مملکت کے باشندوں کی اقتصادی خوشحالی کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے علاوہ خود حکومت کو مملکت کے انتظام کے لئے روپوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے حکومت کو ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں اس کی آمدنی ہو تاکہ ملک کے انتظامات سلیقے سے ہو سکیں اور مہارفت کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان تیار کیا جاسکے تاکہ کوئی ہمسایہ ملک اس کو ہڑپ نہ کر لے۔ غرضیکہ حکومت

کی بقا اس کی اقتصادی حالت کی بہتری پر موقوف ہے
مثلس حکومت نہ کافی مقدار میں فوج تیار کر سکتی ہے نہ
آلات حرب اس لئے پڑوسی حکومتیں ایسی حکومت
کو زیادہ دن تک زمرہ نہیں رہنے دیتیگی

یہ ہیں اقتصادیات کے مختلف پہلو، اسلام نے
اقتصادیات سے بے اعتنائی نہیں برتی بلکہ اس کے
تمام شعبوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اسلام کس معاش کی | اقتصادیات کا
اہم شعبہ کس معاش
طرف توجہ دلاتا ہے | ہے۔ اسلام نے

اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فاذا قضیت الصلوۃ
فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔
جس جب نماز تمام ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور
خیر کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب کسب
الحلال فرضیۃ بعد الفریضۃ (اداکا قال)
بنیادی فرائض کے بعد حلال روزی کا طلب کرنا
فرض ہے۔

کسب حلال کی فضیلت اسلام نے بہت بیان کی
ہے۔ قرآن کریم میں اکثر جگہ مال کو فضل اور خیر کہا گیا
ہے۔ طوالت کے خوف سے مندرجہ بالا سطور پر ہی اکتفا
کیا جاتا ہے۔

کسب معاش کی حد بندیاں | اسلام نے
کسب معاش کا
حکم تو دیا ہے لیکن اس معاملے میں ہم کو آزاد نہیں چھوڑا

کہ جس طرح چاہیں دولت حاصل کریں بلکہ اسلام نے
کسب حلال کی اجازت دی ہے۔ کسب معاش کے وہ
تمام طریقے جن میں دوسروں کے حقوق باطل ہوتے
ہوں یا دوسروں کو تکلیف پہنچے اسلام نے ممنوع قرار
دیئے ہیں۔ اس لئے اسلام نے سود لینے اور اجوا بازی
ڈاکہ اور چوری کی سخت ممانعت کی ہے۔ اور ایسا کرنے
والوں کے لئے سزائیں مقرر کی ہیں۔

مصارف | کسب معاش کے بعد مصارف کا درجہ

آتا ہے۔ حقیقت میں اقتصادی حالات
کی بہتری مال کے صحیح استعمال پر موقوف ہے۔ بے سمجھے
بوجھے خرچ کرنے والے کی اقتصادی حالت ہمیشہ خراب
رہتی ہے۔ اسلام اس معاملے میں بھی حیا نہ روزی کی
تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے

ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰی اور نہ رکھ اپنا ہاتھ
عنقل ولا تبسطھا کل البسط | بندھا ہوا اپنی گردن
فتقعہ ملوما محسورا | آگے ساتھ اور نہ کھینچ
اس کو نہایت کھول دینا۔ پھر تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا
ہو رہا ہوا۔

یعنی اخراجات میں میانہ روزی اختیار کیجئے۔ اگر آپ
بخل سے کام لیں گے جب لوگ ملامت کریں گے۔ اور اگر
سادہ مال و متاع ٹٹکویں گے۔ تو لوگ کہیں گے کہ سب
کیوں دے دیا کہ محتاج ہو گیا۔

(باقی آئندہ)

تذکرۃ الصالحین

حضرت مولانا سید اصغر حسین ضاد یوبندی

قطب عالم محدث، یگانہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی دیوبند کی جماعت علماء میں اپنے علمی و عملی کمالات کے لحاظ سے بجد برگزیدہ اور سربراہ آردہ تھی۔ حضرت مددِ روح علی کمالات اور علمی فضائل خصوصاً کے جامع تھے۔ وہ راہِ علوم دیوبند میں، بالہا سال تک حدیث و تفسیر کا درس دیا۔ اس طرح ہزار ہا تشنگانِ علم و حقیقت نے ان سے علمی فیض پایا۔ اور حضرت موصوف نے اسلامی و دینی علوم کی زبردست اشاعت فرمائی۔ خود اپنی جگہ پر ان محترم تصنیف و تالیف، وعظ و تذکیر، باطنی سلوک اور راہِ طریقت میں لوگوں کی تعمیر سیرت اور اصلاح اخلاق کی اہم خدمات انجام دیئے تھے اور آپ کا دولت کدہ مسلمانوں اور عام ضرورت مندوں کیلئے ایک اطمینان بخش جائے پناہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت افسوس ہے کہ حضرت میاں صاحب اپنے سارے فیضانِ مندوں اور عقیدہ مندوں کو بڑی حسرت و دردِ ماندگی کی حالت میں چھوڑ کر ان سے جدا ہو گئے۔ اب ان کی جگہ خالی ہے اور ان کی مقدس و پر جلال صورت نظر نہیں آتی۔ حضرت المحترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دہم ظہم گزشتہ تیسرے تیس سال سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت گرامی میں بہت مضبوط و مستحکم تعلقات کے ساتھ نہ سوویت رکھتے ہیں۔ اور باخود تم دیدہ کہہا سکتا ہے کہ حضرت مرحوم کی خوشفقت و محبت نظر کر م اور توجہات عالیہ حضرت مفتی صاحب کے شامل حال رہی ہیں۔ وہ مشکل سے کسی اور کو نصیب ہوئی ہوگی کہ یہ دونوں حضرات خلوت میں ایک دوسرے کے پیچے رفیق اور جلوت میں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔ ان خصوصاً در ذاتی تعلقات کی بنا پر میاں صاحب کا حادثہ انتقال اگر دوسروں کے لئے ایک معمولی سی موجِ حوادث تھی تو حضرت مفتی صاحب پر وہ غم و درخ کا ایک طوفان بلا بستر اثر انداز ہوا۔ اور مفتی صاحب اپنے مربی، استاد اور محسن کی اس جدائی پر دل مسوں کر رہ گئے۔ مصائب اور بھی تھے مگر دل کا جانا + عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

میاں صاحب کے انتقال کے بعد اپنے ان تاخراتِ غم و الم کے اظہار اور مرحوم کے حالاتِ زندگی کے بعض ضروری پہلوؤں کو منظرِ عام پر لانے کے لئے مفتی صاحب نے اپنے مخصوص رنگ میں ایک مقالہ میردِ قلم فرمایا تھا۔ جس میں حضرت مفتی صاحب نے بڑی محنت سے آپ کے بعض ملفوظات اور حکایتیں بھی درج کئے تھے۔ مجھے دلی مسرت اور فخر ہے کہ میری ناچیز گزارش پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنا قیمتی مقالہ "شمس الاسلام" میں اشاعت کے لئے مرحمت فرمایا۔ اور مجھے یہ موقع دیا کہ میں شمس الاسلام کے صفحات پر ایک بزرگِ کامل اور محدثِ یگاز کا ذکرِ خیر چھڑ سکوں کہ شب وصال کا افسانہ رنگین ایامِ ہجر و فراق میں غم دیدہ عاشقوں کی تسلی و تسکین کا بڑا سامان ہم پہنچاتا ہے۔

خزاں کا رنج کرے عشق میں بلا میری نہیں بہار تو یاد بہار کیا کم ہے
حضرت مفتی صاحب کے دلی شکر کے ساتھ یہ مقالہ درج ذیل ہے ساتھ ہی قارئین "شمس الاسلام" کی اطلاع کیلئے
یہ بھی عرض ہے کہ عنقریب کتب خانہ دارالاشاعت دیوبند سے یہ مقالہ مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ کتابی شکل
میں شائع ہوگا۔ اور اس کا انتظام دارالاشاعت نے ابھی سے شروع کر دیا ہے
("سید محمد ازہر شاہ قیصر")

کایہ عالم کہ دل میں آیا ہوا مضمون بھی غائب ہوا جاتا ہے
بودی غم منہ نقاد و زمام فکرت ز دست داد
نہ بخت یا ورنہ عقل پیر نہ تن تو انا نہ دل شکبا
نہ صبر عشق تو بود ساکن زبان اب باب شوق لیکن
ز بے زبانی غم نہانی چنانکہ دانی شد آشکارا
مگر اس کے باوجود بنام خدائے عز و جل قلم اٹھایا ہے۔
اور ارادہ کیا ہے کہ پورا نہیں تو ادھور اور مرتب و
منضبط نہیں تو بے ربط و ضبط ہی سہی جو کچھ بن پڑے
کچھ لکھوں کہ فائدہ سے خالی نہیں بقول حضرت شیخ
بے تک نہیں مرے اشعار مگر تلخ نہیں
خالی از درد نہیں گرچہ نہیں لستم بستم

سلسلہ حوادث کا وہ سانچہ جو اس وقت باعث تحریر ہے
بقیۃ السلف حجۃ الخلف عالم ربانی کامل لاثانی استاد
العلماء و اساتذہ سیدی و اساذی حضرت مولانا سید
صفر حسین صاحب حسنی حنفی دیوبندی محدث دارالعلوم
دیوبند نور اللہ مرقدہ کا سانچہ وفات ہے جو سلف صالح
کی آخری نشانی اور اکابر مروجین کا آخری نمونہ تھے۔
یہی لڑناں ہمیشہ ان سے کبھی

جو تنکے رہ گئے تھے آشیان میں

آہ حضرت مرحوم بھی ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۷ ہجری

سبحان الذی لم یزل ولا یزال حیاً قیوما
سمیعاً بصیراً۔ کل شیء ھالک الا وجہہ لہ الحکمہ
والیہ یرجعون فاکبرہ تکبیراً۔ و صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خاتمہ انبیاءہ الذی ارسل الی الناس کافۃ
بشیراً و نذیراً۔ و علیٰ آلہ و اصحابہ الذین عمر وہ
دلصراط و صراط دینہ تحریراً۔

پہلی شب قہتاب ہے معلوم نہیں کیوں
بے کیف مئی ناب ہے معلوم نہیں کیوں
محسوس ہوتا ہے کہ ہر تازہ تغیر
میرے لئے بیتاب ہے معلوم نہیں کیوں

امّا بعد ناکارہ خلاق مرا با حسرت و غم دل
افکار و پریشان اور ہر حال میں اپنے مالک بے نیاز
کی بے انتہا رحمتوں اور نعمتوں کا شکر گزار و
امیدوار محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ عرض رسا
ہے کہ ہر طرف وسطو چین کے لکھنے کے لئے اس وقت
قلم اٹھایا ہے کچھ ایسی دلگداز اور صبر آزد مادامتان غم
بیز کہ ان کا نہ لکھنا سہل اور نہ چھوڑنا اور نظر انداز
کرنا آسان۔ کچھ اپنے قلبی جذبات کچھ احباب کا اصرار
لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ادھر نعت قوی اور اس
پر صدمات کی مسلسل بارش سے دل شکستگی اور افسردگی

روز و شب کو سال بھر کی طویل علالت کے بعد مقام
مندر ضلع سورت رعلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔ فانا
لله وانا الیہ راجعون۔ اللهم انحر منا خیر المہدہ۔
جزرہ و بحر حوادث کا بچشم حق بین
طرہ شاہد تقدیر کے ہیں بیچ و ختم
اس کے آغوش غضب میں ہیں ہزاروں رحمت

اس کے ہر لطف میں ہیں سینکڑوں الطاف و کرم
حضرت ممدوح کے الطاف و عنایات جو اس ناکارہ پر
تھے ان کے پیش نظر مجھے یہ بھی متعین کرنا مشکل ہے
کہ آپ کو اپنا استاد شفیق کہوں یا مرشد و مربی اور
والد ہر بان سمجھوں یا بے تکلف مونس و ہراز۔ احقر نے
عرصہ ہوا ہی مضمون اپنے ایک عربی قصیدہ میں ظاہر
کیا تھا جو حضرت موصوف کے سفر حج ۱۳۲۵ھ کے
وقت لکھا گیا تھا۔ جس کے دو شعر یہ ہیں۔

و کیف وما دعت شیخی وحدہ

بلی و داعی الخجل والاب والام

میں ان کی رخصت پر کیوں کمرنگین نہ ہوں۔ کیونکہ یہ صرف
ایک استاد کی رخصت نہیں بلکہ مخلص دوست اور باپ
اور ماں باپ کی بھی رخصت ہے۔

و کبت بہ کالفضل فی حضن امہ

غنیما من الاثر اب والخال و النعم

میں ان کی خدمت میں ایسا تھا جیسے بیہ مار کی گوز میں
اجاب اور ماموں اور چچا سب سے بے نیاز ہوتا ہے
اجاب کا اصرار تھا کہ حضرت کے سوانح حیات اور
ملفوظات و افادات کو ترتیب دیا جائے۔ کام اس
میں شبہ نہیں کہ نہایت مفید ہے کیونکہ ان حضرات کے

حالات و سوانح درحقیقت پچھلے لوگوں کے لئے درس
حیات اور ان کے ملفوظات ایک ماہر و تجربہ کار کے
چنے ہوئے موتیوں کا ذخیرہ ہیں لیکن
اکنوں کما دماغ کہ پر سر ز باغبان
بلبل چہ گفت گل چشنید و صبا چہ کمر د
غرض کچھ اپنی کالی دنیا کا رنگی اور کچھ مشاغل

اور کچھ ضعف و مرض کے سبب اس وقت تک یہ کام
کمر نہ کرنے کا ارادہ کی حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ حق تعالیٰ
جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے صاحبزادہ مولانا سید
انصر حسین صاحب مدظلہ کو کہ انہوں نے یہ مشکل آسان
کر دی کہ حضرت ممدوح کی سوانح حیات مختصر مگر جامع
نہایت موقر اور مناسب انداز سے تحریر فرمادی۔
اس کو دیکھ کر ایک ناکارہ کو بھی ہمت و برأت پیدا
ہوتی کہ حضرت ممدوح کے ملفوظات و مکتوبات کا جس
قدر حصہ باسانی ضبط کر سکوں اس کو اس سوانح کا
ضمیمہ بنا کر اس کا زنجیر میں شریکت کماؤں۔ واللہ الموفق
والعین۔

اس ناکارہ کی حاضری خدمت و شرف زیارت و صحبت
کی ابتداء ۱۳۲۵ھ سے ہوتی ہے جو ہر گزاجی کا آخری
نصف حصہ ہے اس میں بھی تقریباً بارہ سال وہ میں
جو احقر کی طالب علمی کا زمانہ ہے جس میں ہر روز کی
صحبت و مجالست کا کوئی موقع نہ تھا۔ سبق کی حاضری یا
کبھی اتفاقی زیارت و صحبت کے سوانہ کسی خاص سہارہ
کا وقت ملتا تھا۔ اور ان حضرات کے ارشادات کو سمجھنے
کی یقینت تو اب بھی نہیں مگر اس وقت یہ بھی جس نہیں
تھی کہ بے بہا جوابات ہمیں بالے قیمت حدت کے

مکرم سے البتہ اللہ سے بجز اللہ تعالیٰ صحبت زیارت کا شرف بیشتر حاصل ہوا مگر اس میں بھی ضعف حافظ کے سبب کچھ نہ کچھ حالات و سوانح محفوظ ہیں نہ زیادہ ملفوظات و افادات تاہم جو کچھ محفوظ ہے لکھنا شروع کرتا ہوں۔ واللہ ولی التوفیق و ہونی کل طریق خیر رفیق

ملفوظات بعض حالات

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین تو از تنگی دامان گل داد

بزرگوں کا ارشاد اور مشاہدہ و تجربہ ہے کہ اللہ والوں کے معمولی سے معمولی کلمات اور سادہ و مختصر باتوں میں وہ نور و برکت ہوتی ہے جو محض اہل ظاہر کی فصیح و بلیغ اور طویل و عرض تقریر میں نہیں ہو سکتی بعض اوقات ان حضرات کا ایک جملہ عمر بھر کے مفادوں سے نجات دے کر ہے میرے انسان کو راستہ پر لگا دیتا ہے۔ اس لئے حضرت قطب العالم مرشدی و پیری حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ فرمایا کہ تھے کہ میرے نزدیک مولانا دومی کے مقولہ ذیل میں ذرا سا بھی مبالغہ نہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سے ہزار گنا زیادہ کہا جاوے تو وہ بھی مبالغہ نہ ہو گا۔ ارشاد ہے

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیونکہ بعض اوقات انسان کسی ایسی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے سارے اعمال و

حسانات ضائع یا قلیل النفع ہو جاتے ہیں کسی اللہ والے کی صحبت میں چند منٹ بیٹھ کر بہت ممکن ہے کہ اس غلطی سے نجات ہو جائے اور یہ چند منٹ کی صحبت صد سالہ نہیں بلکہ ہزار سالہ طاعت بے ریاء سے بڑھ چلے آخر ایسے واقعات تاریخ اسلام میں کچھ نادرو قلیل نہیں کہ اللہ والوں کی محض زیارت یا اتفاقی مختصر سی صحبت سے بہت سے کفار و مشرکین کو دولت ایمان نصیب ہو گئی یا کسی فاسد العقیدہ مسلمان کے عقیدہ کی اصلاح ہو گئی اور ایسے واقعات تو بہت ہی ہیں کہ بدکار و فاسق و فاجر کسی اللہ والے کی نظر پڑ جائے یا مختصر سی صحبت پانے سے اولیاء اللہ بن گئے۔

دل میں ساگتی ہیں قیامت کی شونیاں

دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

اس لئے حقیقت تو یہ ہے کہ اہل اللہ کے وہ کلمات جو افادہ و ارشاد کے ذیل میں نہیں ہوتے وہ بھی فوائد سے خالی نہیں رہتے لیکن ان کا انضباط آسان نہیں اس لئے عواماد ہی ملفوظات محفوظ و منضبط کئے جاتے ہیں جو بسلسلہ ارشاد و تعلیم پابندی و نصیحت یا تحقیق صادر ہوتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہ حضرت مدوح نے ایسے ارشادات بھی جو سوء حفظ زیادہ محفوظ نہیں رہے بہر حال جس قدر یاد آتے جائیں ان پر اکتفا کرتا ہوں پھر اور کوئی صاحب اپنی معلومات و محفوظات سے تکمیل فرمائیں گے

ارشاد ارذی الحجۃ کہ کو حق حاضر خدمت تھا

تو بسلسلہ کلام آیت کہ میلہا عند کہ فیض و ہاعند اللہ

باق اپڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے جو چیزیں تمہارے

پاس میں وہ سب فنا ہونے والی ہیں اور جو چیزیں اللہ
نے پاس میں باقی رہنے والی ہیں اور فرمایا عام طور پر
لوگ اس کو مال و متاع اور دولت و سامان پر مقصور سمجھتے
ہیں لیکن الفاظ قرآن کے عام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے
کہ ہمارے کل احوال و اوصاف اور حوادث و عوارض کا یہی
حال ہے کہ سب گزشتہ و گزشتہ اور سرایع الزوال ہیں
جیسے ہمارے متاع کا کوئی قرار و قیام نہیں اسی طرح
دوستی و دشمنی و رنج و خوشی غصہ و رضا جو کچھ دنیا کے لئے
ہو سب کا یہی حال ہے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں اس
لئے نہ کسی کی دوستی اور نہ ہربانی پر پورا اعتماد و اطمینان
چاہیئے نہ کسی کی دشمنی اور نہ ناراضی کا بہت زیادہ اثر
لینا چاہیئے۔ دنیا کی کوئی راحت و خوشی اس قابل ہے کہ
اس میں انسان مست ہو جاوے۔ اور نہ کوئی بڑے سے
بڑا غم اس قابل کہ اس میں مایوس و بیدل ہو جاوے۔
کہ یہ سب خود ختم ہو جانے والی چیزیں ہیں اسی مضمون
پر اخگر کے چند اشعار ہیں۔

یہ حکمت حق نے ہر اک آنکھ والے کو دکھا دی ہے

کسی کا کسی کے واسطے پیغام شادی ہے
کہ ہر غم میں خوشی اور ہر خوشی کی تیر میں غم یہاں
قرین مہر کوئی قبر اور ہر قبر میں لطف و کرم یہاں
فرمایا کہ فکر و اہتمام کی چیز وہ ہے جو باقی رہنے والی اور
دامنی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی رضا و نافرمانی کو اور آخرت
کی تکلیف و راحت۔ اسی کو احقر نے ایک شعر میں کہا ہے
نظر اوچی کہ وہ دنیا کے فانی در رخ و راحت سے
لگاؤ تو فقط ایک ذات حق خلاق فطرت سے
ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات کسی خاص مہمون کو

کسی خاص عنوان سے تغیر کر دیا جاتا ہے۔ اور کلام میں اقراء و انکار کا مدار اس اصل مضمون پر ہوتا ہے۔ عنوان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔ جو اس حقیقت سے واقف نہ ہو وہ کلام کو اسی خاص عنوان کے ساتھ جوڑتا ہے اور شبہات و اشکالات میں پڑتا ہے مثلاً شبہات کے متعلق حدیث میں ہے کہ جب آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے قبرستان کی طرف تشریف لے چلے اور صدیقہ عائشہ جن کے گھر میں اس شب رونق افروز تھیں آپ کو گھر سے باہر جاتے ہوئے دیکھ کر بقتضائے "عشق است و ہزارہ نگاہی" یہ دوسو سو آپ کے دل میں پیدا ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری بی بی کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ بھی آپ کے عقب میں ساتھ ہو لیں۔ مگر وہاں تو کاہ و باہ ہی اور تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قبرستان میں تشریف لے گئے اور اموات مسکین کے لئے دعا استغفار وغیرہ فرمایا۔ پھر جب واپس ہونے کا ارادہ ہوا تو صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا جلدی کر کے آگے بڑھیں کہ آپ سے پہلے مکان میں پہنچ جاویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس نقل و حرکت اور اس کے منشاء کو محسوس فرمایا۔ اور حضرت صدیقہ سے بایں الفاظ خطاب فرمایا اظننت ان یحییف اللہ علیہ ورسولہ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ کیا تمہیں یہ گمان ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نعم یعنی ہاں مجھے یہ گمان تھا۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اس طرف سے اللہ

دو منٹ کھڑے ہو گئے۔ تو معاذ حق تعالیٰ نے ایک بڑی حکمت و عبرت قلب میں ڈالی کہ ان لڑکیوں کے گوہر پر لڑنے کو ہم بڑی حقارت اور نفرت سے دیکھتے اور ہنسٹے ہیں کہ یہ کس نجاست و غلاظت پر لڑ رہی ہیں لیکن اگر حق تعالیٰ ہمارے آنکھیں کھول دے اور صبح بصیرت عطا فرمائیں تو یقین ہو جائے کہ ہم سب جس بڑی سے بڑی دولت یا عزت و وجاہت کے لئے باہم ہر سرسبز بیکار ہوتے ہیں اور خاندانوں اور نسلوں میں جنگ و جدل کے سلسلے چلتے ہیں قتل و غارت تک کی توہین آجاتی ہیں۔ ان سب چیزوں کی حقیقت بھی اس گوہر سے زیادہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہماری لڑائی ان لڑکیوں کی لڑائی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی سبحان اللہ واللہ والوں کی نظریں کہاں سے کہاں پہنچتی ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء۔

جو دوسرا اور غریب اہل مکہ کی رعایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نعمائے الہیہ کی قدر دانی کی عجیب مثال ارجمند اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے جہاں قسم کے ظاہری اور باطنی کمالات عطا فرمائے تھے۔ ان میں جو دوسرا اور ہر آنے والے کے سامنے کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کرنا بھی آپ کے ممتاز و ممتاز میں سے تھا۔ خود تو موسیٰ پھلوں میں سے شاید ہی کوئی پھل کبھی نوش فرما لیتے ہوں۔ اور وہ بھی بہت قلیل لیکن زائرین کے لئے عموماً ہر قسم کے پھل وغیرہ اکثر رکھنے کا اہتمام تھا۔ اس گئے کے موسم میں تقریباً روزانہ بڑی مقدار میں کھیر پکواتے اور طلباء علماء اور مساکین و فقراء کو کھلاتے تھے۔ دارالعلوم کے مدرسین کے گھروں پر

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کے گمان کرنے کا سوال ہے اور اس طرف سے اس کا اقرار جو اگر ظاہری الفاظ ہی پر رکھا جائے تو صریح کفر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ ظلم کا لفظ ایک خاص معنی کی مجازی تعبیر ہے۔ وہ یہ کہ ایک بی بی کی نوبت میں دوسری بی بی کے گھر جانے کا ارادہ۔ اس کو لفظ ظلم سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ مدیقہ عائشہ کا اقرار ہی اصل مضمون کے متعلق ہے۔ لفظ ظلم کی طرف التفات نہیں۔ اس کو سمجھنے کے بعد کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اسی طرح اس قاعدہ کی اور بھی چند نظائر قرآن و حدیث سے ذکر فرمائیں جو اس وقت محفوظ نہیں حضرت میاں صاحب رحمہ

کا یہ ایک جملہ تھا۔ جو حقیقت علم کا ایک باب ہے۔
ارشاد فرمایا کہ انسان کے سارے شبہات اشکالات کی بنیاد بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان نسبت کا معلوم نہ ہونا ہے۔ یہ نسبت منکشف ہو جاوے تو نہ عقیدہ کا کوئی اشکال باقی ہے نہ معاملہ کا۔

ارشاد حضرت میاں صاحب کی عادت تھی کہ روزانہ صبح کو سنن ابو داؤد کا سبق پڑھانے کے بعد احقر کے پاس اس کمرہ میں تشریف لایا کرتے تھے جو دارالاشاعت کے نام سے موسوم تھا۔ ایک روز حسب عادت تشریف لائے تو فرمایا کہ آج گھر سے آتے ہوئے راستہ میں ایک تماشا دیکھا کہ محلہ کوٹلہ میں کونہ کے قریب کچھ لڑکیاں جمع تھیں جو جنگل سے گوہر جمع کر کے لائی تھیں اور یہاں بیٹھ کر اس کی تقسیم میں اس طرح مشغول تھیں جیسے کسی جائداد کی تقسیم ہو رہی ہو۔ فوراً وہ اسی مقدار پر لڑ رہی تھیں ہم بھی ان کا تماشا دیکھنے کو ایب

بھجاتے تھے۔ آم کے موسم میں زیادہ زیادہ مقدار میں چیز خرید کر طلباء کی دعوت کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ لوگ خرچ کو دیکھ کر ہمیں مالدار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہزار روپیہ ہو تو وہ اللہ کے راستے میں سو خرچ کریں۔ جب ہمیں دو دو سو خرچ کرنا دیکھتے ہیں تو دوسرا مالدارہ لگاتے ہیں۔ ایک روز آم کے موسم میں احقر حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ تو اچھے اچھے آم کھاتے ہوں گے۔ آج کچھ معمولی سے آم ہمارے بھی کھاؤ۔ خود دست مبارک سے ایک ٹوکری میں آم۔ ایک برتن میں پانی ایک خالی ٹوکری چھلکے گٹھلی کے لئے لاکر رکھ دی۔ احقر آم کھا کر فارغ ہوا تو ارادہ کیا کہ چھلکے گٹھلی جو ایک ٹوکری میں جمع تھے ان کو باہر پھینک دوں میرے اس امادہ کو محسوس فرما کر کہا کہ کہاں جاتے ہو میں نے عرض کیا کہ گٹھلی چھلکے پھینکنے کے لئے فرمایا تمہیں یہ کام نہیں آتا۔ میں نے عرض کیا حضرت اس میں آنے کی کیا بات ہے باہر کسی گوشہ میں ڈال دوں گا۔ فرمایا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں یہ کام نہیں آتا۔ یہ کام میں خود کمر دوں گا۔ حضرت کی شفقت و عنایات نے بے تکلف بنا دیا تھا میں نے عرض کی کہ حضرت اگر نہیں آتا تو آپ بتلا دیجئے۔ بہر حال ہمارے سکھانے کے لئے بھی تو آپ کے سوا کوئی نہیں فرمایا۔ دیکھو میرا معمول یہ ہے کہ اول تو ایک جگہ گٹھلی چھلکوں کا ڈھیر نہیں لگاتا کیونکہ محلہ میں غریب لوگ آباد ہیں۔ ان کے بچوں کو یہ ڈھیر دیکھ کر حسرت ہوگی کہ میاں صاحب کے یہاں تو اتنے آم کھائے

جاتے ہیں اور ہمیں میسر نہیں۔ دوسرے یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ گٹھلی چھلکے بھی تو خدا تعالیٰ کی نعمت ہیں اور بہت سے کام میں آسکتے ہیں ہم ان کو بیگانہ بنا کر ضائع کیوں کریں کہ یہ ایک قسم کی ناشکری ہے اس لئے میں ایسا کرتا ہوں کہ چھلکے علیحدہ کر کے ایسے مواقع پر ڈالتا ہوں جہاں شام کو گائے بھینس بکرا وغیرہ جاؤر گزرتے ہیں ان کی خوراک بن کر کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور گٹھلیاں ایسے مواقع پر ڈالتا ہوں جہاں سے محلے کے بچے اٹھا لیتے ہیں۔ وہ ان کو بال کر کھاتے بھی ہیں۔ اور جلا کر بھی کھانا دیر چکانے میں کام لے لیتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرا کھانا جو گھر سے آتا ہے اس کی تقسیم بھی سن لو۔ جس قدر کھانا ہوا کھالیا باقی اگر آدھی روٹی یا زیادہ رہی تو محلہ کے غریب کو دے دیتا ہوں اس سے آدھی بچتی ہے تو وہ بلی کا حق ہے اسے کھلاتا ہوں۔ پھر دسترخواں پر جو موٹے موٹے ریزے رہ جاتے ہیں وہ چڑیوں کے لئے فلاں جگہ رکھ دیتا ہوں۔ انہیں معلوم ہے وہ آکر کھا جاتی ہیں۔ اور جو باریک جہین ریزے رہ جاتے ہیں ان کو چوٹیوں کے بل کے قریب ڈالتا ہوں وہ اٹھا لیتی ہیں ہڈیاں رہ جاتی ہیں وہ کتوں کے لئے باہر ڈالتا ہوں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ بڑی مشقت یہ نعمت جلیلہ میں عطا فرما رکھی ہیں۔ اور ان کا غیر منقطع سلسلہ جاری ہے اس لئے قدر نہیں ہوتی۔ ورنہ ان سب چیزوں کا ذرہ ذرہ بڑی نعمتیں ہیں ان کو سرسری سمجھ کر ڈال دینا حق شکر کے خلاف ہے۔ سبحان اللہ

کہا کہ برتن خالی کر لاؤ۔ والد صاحب اس وقت گھر میں تشریف فرما نہ تھے۔ والدہ صاحبہ نے برتن خالی کر کے بچہ کے ذریعہ دریافت کر لیا کہ کون صاحب میں لاد رہی چیز کیسے لائے ہیں۔ مگر وہ صاحب برتن لیتے ہی چپ چاپ غلطی سے روانہ ہو گئے۔ اور کچھ نہیں بولے۔ والد صاحب تشریف لائے تو بہت سوچا اور جہاں جہاں خیال کیا دریافت بھی کیا کہ کس نے بھیجا ہے کہیں پتہ نہ لگا۔ بہت زمانہ کے بعد جب حضرت میاں صاحب کے اس قسم کے واقعات کا علم ہوا تو میرا خیال یہی ہوا کہ بلاشبہ کام حضرت ہی کا ہے۔

(باقی آئندہ)

کالمین کے حالات کا کسی کو کیا اندازہ ہو سکتا ہے
دنیا بد حال پختہ ایچ خام
بس سخن کو تازہ یابد و السلام
بے نظیر وجود سخا کے ساتھ اس کا خاص اہتمام تھا کہ جس کے ساتھ کوئی سلوک کیا جاوے وہ شرمندہ احسان نہ ہو اس کے لئے عجیب عجیب صورتیں اختیار فرماتے تھے۔ کچھ یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایک مرتبہ عید کی شب تھی۔ ادا والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کچھ تنگ دست تھے یہ فکر تھی کہ صبح کو بچوں کے لئے کوئی غیر معمولی سامان نہیں۔ رات کو عشا کے قریب ایک صاحب نے آواز دی۔ اونا ایک بڑے بڑن میں کچھ شکر کچھ دوسری عید کے مناسب چیزیں دہانہ سے کے اندر رہا تھے کر کے گھر کے کسی بچہ کو دیدیں اور

طاقت کی شہنشاہ سندرست موٹا اور بارعب بنائیوالی

شونکی روح
اعضاء رئیسہ دل و دماغ وغیرہ جن پر انسان کی قیامت و قوت کا دار و مدار ہے۔ یہ دوہ اُن کی طبیعت کے لئے اکیسرا تبت سوئی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے سائٹینکسٹ اسکے نہایت نافع ہونے کے متعلق موجود ہیں اس ٹیچرہ ذرہ استعمال ایک بہت اثر فرمت دانسا لاد رہی ہو گئیں پیدا کر دیتا ہے مقوی ادویات اکثر قابض ہوتی ہیں دیوانہ بقلہ تعالیٰ اس عیسے بھی پاک ہے۔ پوری خواہ ایک ماہ کی قیمت پر ملاوہ اسولہ ایک ترکیب کا پرچہ ہمراہ روانہ ہو گا۔ مرد و عورت بچے، بوڑھے کے لئے مفید ہے (ایک محرب نسخہ) جوانی کی علکاکامی اور بداعتالیوں کے تانج پیشاب کے ساتھ طاقت کا زائل ہونا سندرست پاک جو ہائے کامرض ہندوستان میں عام ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم نے اس موزی مرض کی مجرب دوا نہایت تسلی بخش اور کم خرچ جدید سائنسی طریق پر تیار کی ہے ناممکن ہے کہ اس کے استعمال سے کلی فائدہ نہ ہو۔ دو ہفتہ میں تمام شکایات رفع ہو کر چہرہ سرخ اور وزن بڑھ جاتا ہے۔ قیمت پوری خواہ کے چھ روپے آٹھ آنے ضرور تمنا محاب منکائیں اور فائدہ کلی اٹھائیں۔ دونوں ادویات لئے کا پتہ:-

ہندوستانی کیمیکل ورکس محلہ بڑے بھائیال حکیم سید شریف حسین حسنی دیوبند ضلع سہارنپور یو۔ پی۔

تبلیغی کتابیں

کشف التعلییس مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صا دیوری
یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "فردایمان" کے
جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو
کر ہزار ہائی زو جوفوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعوں کو رسا
کی طرف سے مہینوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت
کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے جذب پیرایہ میں بلوغ رسا اس کتاب میں
موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے
گئے ہیں قیمت حصہ اول ۲۰ حصہ دوم ۸ حصہ سوم ۸ مکمل طلب کرنے
پر ہر حصہ محصول اک علاوہ ۳۰

برق آسمانی جس میں مرثیہ قادیانی کے اپنے قلم سے اس کے
سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و زمانے
تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ اُن خلیفہ نور الدین
اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے
کے بعد حیاتِ سرخ کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس
کتاب نے مرزائیوں کا نا طبقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸ محصول اک ۲۰
جریدہ شمس الاسلام کا شیعوں کے نمبر المعروف

صوائر افریقہ جو اگست ۱۹۰۱ء میں شائع ہو کر خراج تحسین

کے شیعوں صاحبان کے حق میں کہیں سست الفاظ استعمال نہیں کئے گئے
مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور اُن کی مستند کتابوں اور غیر
مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ
میں نقشہ کشیا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح و تحاریر پر قرآن
مجید احادیث نبوی کریم اقوال ائمہ سادات صوفیائے کرام کے ارشادات
اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی
جہاد اور اکابر ملکہ کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ
سیرہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے زہرا بازی کے ہونے کا نتائج
بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت ۸ محصول اک ۱۰

جام حیات حیاتِ بعد موت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور

حدیث نبوی علیہ السلام کی روشنی میں ایک
جامع اور دل آفرین طرز تحریر سے ہر کتاب کی تحریر کرائی گئی ہے جو
کہ ہر دو قویٰ قائلے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا
ظہور احمد صاحب رحمہ نے یہ کتاب مولانا محمد حسین رضا
شوق سابق صدر المہربین دار العلوم عربیہ سے اپنی زیر نگرانی
تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی
ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۸ محصول اک ۱۰
قائدان حسین اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرت
کمالیہ کے رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے نعت جگر حضرت حسین
کو کہ بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت میرحی
سے شہید کر نیوالے شیعوں اور پیشوایان مذہب شیعوں کے اس کتاب کو
ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات
۹۶ کتاب تقریب طباعت دیدہ زیب کاغذ دیر قیمت ۱۰ آنہ
محصولہ اک ۱۰

آخری پیغام حق حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی حضرت علی
صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور امید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام
انادہ کیلئے سبائی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی ہے آخری پیغام
حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین و نسلہ شریف تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت کرم مقصورہ کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہریے بہا ہیں۔
اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔"

قیمت دس آنہ (۱۰) محصولہ اک ۱۰

